شرح الاصول الثلاثۃ

ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ)

درس نمبر۔۲

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى اٰله وصحبه وسلم تسليما كثيرا۔

اما بعد

عقیدے کے بنیادی دروس کا درس جاری ہے۔ پچھلے درس میں عقیدے کے تعلق سے چند مسائل بیان کئے تھے۔ جس میں عقیدے کی تعریف، عقیدے کے علم کو حاصل کرنے کی اہمیت، اور عقیدے کے علم کے مختلف نام جو صحیح ہیں، جو باطل ہیں، اور کچھ ایسے نام ہیں عقیدے کے جو مشترکہ ہیں ، حق اور باطل کے درمیان، اس کی تفصیل بیان کی تھی۔ اور چند بنیادی باتیں اور مسائل بیان کئے تھے۔ چار بنیادی مسائل بیان کئے تھے:

(ا)۔ عقیدے کے لحاظ سے جو مأخذ دین ہے، (یعنی) عقیدے کا علم جو ہے، وہ صرف قرآن اور صحیح حدیث سے لیا جاتا ہے، وحی سے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ جو

چیز قرآن مجید یا صحیح حدیث میں ہمیں مل جائے، وہ ہمارا دین ہے، جو قرآن اور حدیث میں نہیں ہے، وہ ہمارا دین نہیں بن سکتا۔

(۲)۔ دوسری بات کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت پر پیدا کیا، اچھی اور بہترین فطرت پر۔ اور یہ فطرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو پیدا کیا اور یہ فطرتِ توحید الربوبیۃ ہے۔ کہ ہر انسان یہ جانتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کوئی رب موجود ہے، جو رب اس کو رزق بھی عطا فرماتا ہے، اس کے نفع نقصان کا مالک بھی ہے، وہ مشکل کشا، حاجت روا بھی ہے۔ یہ انسان اپنی فطرت سے جانتا ہے۔

(۳)۔ یہ بات بھی بیان کی تھی کہ سب سے پہلا واجب مکلف پر کیا ہے۔ اور مکلف کہتے ہیں عاقل اور بالغ کو۔ عاقل وہ ہوتا ہے، جس کی عقل ہو، جو پاگل کے منافی ہو، جو پاگل کی ضد ہوتا ہے۔ اور بالغ کہتے ہیں اس شخص کو، یا بلوغ کی نشانیاں مردوں میں تین ہیں اور عورتوں میں چار ہیں۔ جو مردوں میں بلوغ کی نشانیاں ہیں: ۱۔ منی کا خارج ہونا، ۲۔ شرمگاہ کے ارگرد بالوں کا اگنا، اور (یا) ۳۔ پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانا۔ یہ تین نشانیاں بلوغ کی ہیں مردوں میں۔ اور عورتوں میں ان تینوں کے ساتھ ایک چوتھی نشانی ہے، وہ ہے حیض کا خون جاری ہونا۔ اگر کوئی بھی شخص مرد ہو یا عورت، عاقل ہے، اور ساتھ یہ تین یا چار شرطیں پائی گئیں ہیں، اسے کہتے ہیں مکلف۔ اور مکلف پر سب سے پہلا واجب جو ہے وہ ہے توحیدِ عبادت کو سمجھنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، یہ انسان فطرت سے جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رب ہے، خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، نفع نقصان کا مالک ہے، تدبیر کرنے والا

ہے، یہ بھی ہر انسان اپنی فطرت سے جانتا ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کوئی شخص آپ سے کہے کہ تمہارا رب موجود ہے، انسان یہ فطرت سے جانتا ہے۔ جیسے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا، ''كل مولود يولد على الفطرة''، ہر بچہ صحیح فطرت پر، توحید کی فطرت پہ پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی (عیسائی) بنا دیتے ہیں، یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ تو مکلف پر سب پہلا واجب جو ہے وہ ہے توحیدِ عبادت کہ جیسے جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا وہ اکیلا تھا، جب اس انسان کو پیدا کیا وہ اکیلا تھا، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تھا، جب اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اکیلے دیتا ہے کوئی شریک نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ تدبیر کرتا ہے پوری کائنات کی تو اکیلا ہوتا ہے، کوئی شریک نہیں ہوتا تدبیر کرنے میں۔ اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کا حق ہے عبادت کا۔ عبادت بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے، بس! جیسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا کوئی شریک نہیں تھا، نہ کوئی نبی تھا نہ کوئی ولی تھا، نہ کوئی فرشتہ تھا۔ اسی طریقے سے عبادت بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ نہ کسی نبی کے لئے، نہ کسی ولی کے لئے اور نہ کسی فرشتے کے لئے۔ تو مکلف پر سب سے پہلا واجب جو ہے وہ ہے توحیدِ عبادت کو سمجھنا اور توحید عبادت پر عمل کرنا۔

(۴)۔ اور چوتھی بنیادی بات بیان کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کیوں بھیجا؟ ان کو بھیجنے کی وجہ کیا تھی؟ مقصد کیا تھا؟ یہی تھا، توحید عبادت! ''وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

''، ہم نے بیشک ہر امت میں پیغمبر بھیجا۔ کیا پیغام دے کے بھیجا؟ کیونکہ پیغمبر تو پیغام لے کے جاتا ہے۔ کیا پیغام تھا؟'' أَنِ اعْبُدُوا اللهَ'' عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی کرو، ''وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ'' اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ اور 'طاغوت'؟ امام مالکؒ فرماتے ہیں ''کل من عُبد من دون الله'' ہر وہ چیز جس کی عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کی گئی ہو، اسے طاغوت کہتے ہیں، یہ امام مالکؒ کا قول ہے۔

یہ بنیادی باتیں تھیں پچھلے درس میں، اور ہم نے یہ کہا کہ عقیدے کے یہ جو بنیادی دروس ہیں، ایک سلسلہ وار درس ہے۔ شروع کرتے ہیں ''الاصول الثلاثة'' سے جو شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کا رسالہ ہے، اس کے بعد ''کتاب التوحید'' پھر ''کشف الشبهات''، یہ دونوں بھی شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کی تالیفات ہیں۔ اس کے بعد پھر ''عقيدة الواسطية'' پھر آخر میں ''عقيدة طحاوية''۔ اور ان دروس میں میں کوشش کرتا ہوں کہ زیادہ تفصیل بیان نہ کروں کہ بہت لمبے دروس ہو جائیں، کئی سال گزر جائیں، ختم کرتے کرتے پھر ختم ہونے کو نہ آئے، کیونکہ یہ بہت لمبے ہیں اور بہت ہی زیادہ مسائل بیان کئے ہیں ان دروس میں۔ اور اتنے کم بھی نہیں کہ کسی کو سمجھ نہ آئے، میں متوسط طریقے سے ان رسالوں کو، ان کتابوں کو ترجمہ اور شرح جو ہے بیان کروں گا ان شاءاللہ۔

اور آج کے درس میں ہم شروع کرتے ہیں ''الاصول الثلاثة وادلتها'': تین بنیادی اصول دلیل کے ساتھ۔ شیخ محمد بن عبد الوہابؒ العیینہ میں پیدا ہوئے، سعودی عرب

کے علاقے میں، اور ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے عالم گھرانے سے تعلق تھا، والد صاحب بھی عالم تھے۔ اپنے والد صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ دس سال کی عمر سے پہلے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور طلبِ علم کے لئے گھر سے نکلے، اپنے شہر کے علماء سے علم حاصل کیا، پھر مکہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ کی طرف گئے، پھر سعودی عرب سے باہر، شام کی طرف گئے وہاں سے بھی علم حاصل کیا۔ اور علم حاصل کرنے کے بعد ان کا ایک بڑا اچھا طریقہ تھا علم حاصل کرنے کا، وہ یہ تھا کہ بنیادی علم حاصل کیا، سب سے پہلے عقیدے اور توحید کا علم، اور اس کے ساتھ ساتھ باقی علوم بھی، جو فقہ اور جو دوسرے علوم ہیں ''فقه العبادات و المعاملات'' وہ بھی، لیکن ان کی اصل جو بنیاد تھی علم کی وہ تھی عقیدہ اور توحید۔ وجہ یہ تھی، زیادہ اہتمام شیخ صاحب نے اس لئے کیا کہ اس زمانے میں قبر پرستی بہت پھیل چکی تھی۔ اور جگہ جگہ پر مزارات بنے ہوئے تھے، اونچی قبریں تھیں، لوگوں کے دل ان قبر والوں کے ساتھ جڑ چکے تھے، تو انہوں نے اس باطل عقیدے کے خلاف جنگ کی، اور جہاد کیا، اور علمی جہاد کیا۔ جب ضرورت پڑی تو تلوار سے جہاد بھی کیا۔ امام محمد بن سعودؒ نے ان کا ساتھ دیا، جو درعیہ کے امیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب شیخ محمد بن عبد الوحابؒ کے خلوص کو اور سچائی کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ راستہ آسان کر دیا اور اپنی کونی آیات جو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے تبدیل کر دی۔ غلبہ قبر پرستوں کا تھا۔ احساء سب سے بڑا علاقہ تھا اس وقت جو ایک مملکت سمجھی جاتی تھی، ان کا قبضہ تھا۔ ہر طرف ان کے گورنر موجود تھے، یہ اکیلے تھے شیخ محمد بن عبد الوحابؒ، ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں

تھا۔ اس اکیلے شخص نے توحید کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور نکل پڑے۔ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں، دوسرے سے تیسرے۔ کچھ لوگ اپنی کرسی کے لئے گاؤں سے نکال دیتے تھے۔ اور کچھ لوگ اپنی جان بچاتے ہوئے گاؤں سے نکال دیتے تھے۔ لیکن انہوں نے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم یہ وہ دعوت ہے، جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تھی، آج اگر اس دعوت کو سمجھ لیتے ہو، تو پھر صرف ایک گاؤں نہیں، چونکہ پورا جزیرہ عرب بٹا ہوا تھا، مختلف مملکتیں تھیں، تو انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اس عقیدے کو تم لیتے ہو، اس پر عمل کرتے ہو، اور اس کے لئے جہاد کرتے ہو تو بہت کم ہی عرصہ میں یہ ساری کے ساری مملکتیں جو ہیں، جتنی بھی ہیں سب ٹوٹ جائیں گی، اور ایک ہی مملکت ہو گی، اس شخص کی جو اس عقیدے کے لئے جہاد کرے۔ امام محمد بن سعودؒ اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ دونوں نے مل کر توحید کی دعوت کو پھیلایا اور جنگ بھی کی اور آج دیکھتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ جو مملکت پوری آپ کو نظر آرہی ہے آل سعود کی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد ان دونوں اماموں کے جہاد کی وجہ سے ہوا ہے۔ آج آپ کو اس ملک میں کہیں بھی ایک قبر بھی نظر نہیں آتی، یا ایک مزار بھی نظر نہیں آئے گا، جہاں پر قبر پرستی ہوتی ہو یا شرک ہوتا ہو۔ شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کی وفات ۱۲۰۶ھ میں ہوئی تھی۔ تو یہ مختصر سا تعارف میں نے کروایا، یہ اس عالم کا ادنی سا حق ہے ہمارے اوپر کہ اس شخص کو اکثر لوگ نہیں جانتے اور عبد الوہاب ان کے والد کا نام ہے، ان کا نام محمد ہے۔

اور ہمارے مخالفین ہمیں وہابی کہتے ہیں، اور یہ بہت بڑی ناانصافی ہے۔اور یہ پہلی دفعہ میں نے تاریخ میں دیکھا کہ نسبت اگر کسی گروہ کی ہو اس شخص سے نہیں جس کی وجہ سے یہ گروہ بنا بلکہ اس کے والد صاحب کی نسبت سے، پہلی دفعہ میں نے سنا تاریخ میں، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ محمدی کہتے، لیکن محمدی نہیں کہتے، وہ کہتے ہیں 'وہابی'، اگر محمدی کہتے تو بات ہی صاف ہے، 'محمدی' محمد ﷺ کی طرف نسبت ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی کوئی بھی شخص مخالفت نہیں کرتا، خاص تور پر عوام الناس، کیونکہ جو باطل عقیدے پھیلے ہیں ہمارے ملکوں میں، وہ عوام الناس میں زیادہ پھیلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ علماء تو جانتے ہیں۔ بعض جگہ تو علماء نے تو یہ بھی اقرار کیا ہے واللہ میرے سامنے بیٹھ کر کہ بھائی کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہیں، ہم تو پیٹ پالنے کے لئے پڑے ہیں، آپ کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہو؟ لیکن بے چارے لوگ جو عوام الناس ہے، ان کا کیا حال ہو گا؟ تو سب سے زیادہ انہوں نے نفرت دلوائی 'وہابی' کے نام سے۔ آج انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش اور برِ صغیر میں دیکھیں، بچہ بچہ جانتا ہے وہابی کوئی ایسی بلا ہے جس سے بچہ بھی ڈرتا ہے۔ اور اس کو کوئی نہیں پتہ، لیکن وہابی کے نام سے وہ ضرور جانتا ہے کہ وہابی کیا ہے۔ یا نعوذ باللہ! وہابی ایک ایسا شخص ہے جو کفر کرتا ہے۔ ایک ایک بچے کو اس چیز کا علم ہے۔ اور یہ کہاں سے بات پھیلی؟ یہ باطل علماء، یہ باطل عقیدے والے علماء، یہ مخالفین انصاف نہیں کرتے، ناانصافی کر کے لوگوں کے ذہن میں، دلوں میں یہ غلط بات بٹھادی، کہ وہابی جو ہیں وہ گستاخِ رسول ε ہیں، یا گستاخِ اولیاء ہیں۔ کیوں گستاخِ رسول ہیں؟ کیونکہ یہ لوگ نہیں کہتے "یا رسول اللہ

مدد" ، کیوں گستاخِ اولیاء ہیں؟ کیونکہ یہ لوگ نہیں کہتے "یا غوث ہماری مدد فرما، یا علی مشکل کشا" یہ تو نبی کریم ﷺ کے گستاخ ہیں، صحابہ کرام کے بھی گستاخ ہیں،اور اولیاء کے بھی گستاخ ہیں۔ بس اتنا قصور ہے ہمارا کہ ہم "یارسول اللہ مدد" نہیں کہتے،،"یا علی مشکل کشا" نہیں کہتے، "غوث میری مدد فرما" نہیں کہتے۔ اور یاد رکھیں ہمارے ملک میں واللہ اچھے لوگ موجود ہیں۔ جو عوام الناس ہے ہم نے دیکھا ہے،،بہت اچھے لوگ ہیں۔ دل کے اچھے لوگ ہیں۔ اس دین کے لئے وہ جان بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان کو راستہ نظر نہیں آرہا کہ توحید اور نور اور ایمان کا علم کہاں سے ہم حاصل کریں۔ جو علماء وہاں پر بیٹھے ہیں، صبح شام یہی تعلیم دیتے ہیں، جن مدارس میں وہ پڑھتے ہیں، اپنے بچوں کا داخلہ کرتے ہیں قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے وہ یہی عقائد سمجھ کر انہیں عقائد پر اپنی زندگی کی بنیاد بنا کر باہر نکل کر مدارس سے اور انہیں عقائد کو لوگوں میں پھیلاتے ہیں، اور لوگوں کو انہیں عقائد کی طرف بلاتے ہیں۔

تو آج کے درس کا آغاز کرتے ہیں "الاصول الثلاثة وادلتها" ۔'اصول' جمع ہے 'اصل' کی اور اصل کہتے ہیں بنیاد کو "اصل الجدار" دیوار کی بنیاد کو اور "اصل الشجرة" درخت کا وہ حصہ جس سے شاخیں نکلتی ہوں۔ تو اصل کا مطلب ہے 'بنیاد' جس کے اوپر پوری کی پوری عمارت قائم ہے۔ اگر بنیاد نہیں تو کوئی عمارت قائم نہیں ہو سکتی، یاد رکھیں۔ دنیاوی معاملات میں بھی دیکھیں، کوئی بھی گھر ہے جس کی بنیاد ہی ٹھیک نہیں ہے، بارش آتی ہے، پورا کا پورا گھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

کیوں؟ کیونکہ بنیادیں نہیں تھیں! اور دین کی بھی بنیادیں ہیں، اور دین کی بنیاد ہے 'عقیدہ' اور عقیدہ کی اہم بنیادیں ہیں وہ مسائل ہیں جو ہر انسان کو آنے چاہیں۔ چاہے وہ عالم ہو یا جاہل ہو۔ کیونکہ عقیدے کے مسائل کچھ ایسے بھی ہیں جو صرف علماء کے لئے ہیں جو تفصیلی مسائل ہیں، اسماء وصفات کے باب میں جو تفصیل ہے تو یہ علماء کا کام ہے، طلاب علم کا کام ہے۔ لیکن جو بنیادی مسائل ہیں، جو ہر انسان کو آنے چاہیں، انہیں کہتے ہیں 'اصول' اور شیخ صاحب نے یہاں پر صرف تین (۳) کو بیان کیا ہے۔ ''الاصول الثلاثة''، یعنی تین (۳) بنیادیں۔ اور یہ تین بنیادیں جو ہیں یہ وہ بنیادیں ہیں جو ہر مسلمان کو آنی چاہئیں اور یہ وہ بنیادیں ہیں جس پر اس مسلمان کی دنیا اور آخرت قائم ہے۔ اگر یہ تین بنیادیں نہیں آتیں کسی مسلمان کو تو اس شخص کا اس دنیا میں رہنے کی کوئی وجہ ہے اور نہ ہی آخرت میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ یہ تین بنیادیں جو ہیں، جن کا آگے ذکر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا۔ دیکھیں موجودات جو ہیں وہ چار قسم کی ہیں، پوری موجودات:

(۱) ایک ہے جماد (جمادیات)، جیسے یہ Glass ہے، یہ Microphone ہے، یہ Mobile ہے، یہ جماد ہیں اور جماد ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک جگہ پُر کریں۔

(۲) دوسری چیز جو ہے وہ ہے پودے۔ پودے میں دو چیزیں ہیں: ایک تو جمادات کی خاصیت ہے تو جگہ اس نے پُر کی ہوئی ہے، نمبر دو وہ بڑھتے بھی ہیں۔ نباتات، درخت بڑھتے ہیں۔

(۳) تیسری چیز جو موجود ہے کائنات میں وہ ہے حیوان۔ حیوان میں ان دو چیزوں کے ساتھ تیسری چیز بھی ہے یعنی جمادات کی طرح وہ جگہ بھی پُر کرتا ہے، نباتات کی طرح وہ بڑھتا بھی ہے اور ان سے زیادہ ایک اور صفت اور خاصیت ہے کہ اس کے حواس بھی ہیں۔ دیکھتا ہے، سنتا ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے جو بھی حواس ہیں، وہ کھاتا ہے پیتا ہے، یہ جو حواس ہے یعنی جو System اس کے اندر ہے، کھانے کا System ہے ،اخراج کا System ہے، یہ System ہے۔ یہ حیوان کی خاصیت ہو گئی۔

(۴) اور چوتھا جو موجود ہے وہ ہے انسان۔ اور انسان میں ان تین چیزوں کے ساتھ ساتھ ایک چوتھی چیز بھی زیادہ ہے۔ جگہ بھی پُر کرتا ہے، بڑھتا بھی ہے، System بھی موجود ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے عقل سے اس انسان کو نوازا ہے۔ اس شخص کا، (یعنی) انسان کا اختیار بھی ہے۔ جمادات کا کوئی اختیار نہیں۔ اس کو بند کرو، چلاؤ، پھینکو، توڑو، کچھ بھی کرو، کوئی اختیار نہیں۔ درخت ہے، کوئی اختیار ہے درخت کا؟ درخت ہے، اس کو کاٹو، اس کو جلاؤ، کچھ بھی کرو کوئی اختیار نہیں ہے۔ جانور ہے اس کو کوئی اختیار ہے؟ کوئی نہیں! جانور کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا کھانے کے لئے، پینے کے لئے، بچے پیدا کرنے کے لئے، مرنے کے لئے بس! یہ تین کام ہیں اس کے۔ اس نے کھانا ہے، پینا ہے، بچے پیدا کرنے ہیں، مر جانا ہے۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اور عقل سے نوازا ہے اور یہ انسان اس عقل سے اختیار بھی رکھتا ہے۔ لیکن انسان کا اختیار، انسان کی مشیئت اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے نیچے ہے۔ مکمل طور پر اپنی مرضی بھی نہیں کر

سکتا اور مکمل طور پر مجبور بھی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو مجبور پیدا کرتا پھر جنت دوزخ کو بنانے کا فائدہ ہی کیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور پیدا کیا ہوتا کہ یہ شخص جہنمی ہے، اس کا حساب کس چیز کا؟ یہ تو عام انسان کی عقل بھی نہیں مانتی۔ اپنے بچے کو بھیجتا ہوں میں دکان کی طرف تو اسے کہتے ہیں کہ یہ ایک ریال ہے روٹی لے کے آؤ۔ بچہ روٹی لے کے آتا ہے، میں اسے منہ پر مارتے ہوئے کہتا ہوں، ''پانی کیوں نہیں لے کے آئے ہو؟'' بھائی میں نے جب روٹی کا کہا ہے، روٹی ہی اسے لے کے آنی ہے۔ وہ مجبور ہے وہ روٹی ہی لے کے آئے گا۔ لیکن جب میں اس کو سزا دیتا ہوں، کہ اس نے وہ عمل نہیں کیا جو میں ابھی چاہ رہا ہوں تو سزا کس چیز کی ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور پیدا کیا ہوتا اور یہ بے چارہ انسان مجبوراً ہی سارا کام کرتا جاتا اور آخر میں جہنم میں بھی مجبوراً چلا جاتا! یہ احکم الحاکمین کی حکمت نہیں ہے، پھر سزا کس چیز کی ہے اس کی؟ تو انسان کی اپنی مشیئت بھی ہے لیکن اس کی مشیئت (اختیارات) جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے نیچے ہے۔ ''وما تشائون إلا أن يشاء الله'' ۔ تو یہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اللہ تعالیٰ نے اسے عقل دی اور سمجھ دی اور اس انسان کا بنیادی علم جو ہے جس سے اس نے دنیا اور آخرت کو سنوارنا ہے وہ عقیدے کا علم ہے۔ اور یہاں پر جو تین بنیادیں ہیں، جو شیخ صاحب نے بیان کی ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جس کے بارے میں قبر میں سوال کیا جائے گا۔ ''من ربك؟''، ''ما دينك؟''، ''من نبيّك؟''۔ Simple سے سوال ہیں، بالکل آسان سوال ہیں اور جواب بھی بچے بچے کو آتا ہے۔ لیکن قبر میں عقل کام نہیں

کرے گی وہاں پر! آج سے اس دنیا میں اس زبان کا تعلق کس سے ہے؟ عقل سے ہے ناں؟ برزخی زندگی میں زبان کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے، ایمان کے ساتھ ہوتا ہے، عقل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جو ایمان آپ کے دل میں ہوگا اس کی بنیاد پر یہ زبان بات کرے گی اور سوالوں کے جواب دے گی۔ اور ایمان بغیر علم کے حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ان تین بنیادوں کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ رب کون ہے تمہارا؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارے نبی کون ہیں؟ ﷺ۔ اور شیخ صاحب نے فرمایا ''الاصول الثلاثة و ادلتها''، دلیل کے ساتھ بہت ضروری ہے۔ بغیر دلیل کے، جیسے میں نے پہلے بات بیان کی شروع میں، عقیدے کا علم بغیر دلیل کے کچھ نہیں ہے۔ اور دلیل ہم قرآن اور حدیث سے لیتے ہیں۔ سارا کا سارا عقیدہ قرآن اور صحیح حدیث پر مبنی ہے۔ اور دلیل کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو مطلوب کی طرف آپ کو لے کے جائے۔ عام طور پر دلیل اس شخص کو کہتے ہیں جو آپ کو راستہ بتاتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ جب مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور راستہ تبدیل کرنا چاہا۔ ایک تو عام راستہ ہے جو مکّہ سے مدینہ جاتا ہے، جو عام راستہ ہے، تو اس سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہا، تاکہ مشرکین عرب ان کو پکڑ نہ لیں۔ عبداللہ بن اریقط، مشرک تھا، ان کو پیسہ دے کے دلیل بنایا۔ دلیل یعنی راستہ دکھانے والا۔ لغت میں راستہ دکھانے والا، جو آپ کو آپ کے مطلب تک پہنچائے اسے دلیل کہتے ہیں اور شرع میں دلیل دین کے کسی مسئلہ کا مطلب حاصل کرنے کے لئے قرآن اور حدیث کا سہارا لینا۔ یعنی قرآن اور حدیث سے جو آپ کو راستہ نظر آئے

آپ اس راستے پر چلے تو وہ دلیل ہے۔اور دلیل جاننا بہت ضروری ہے مسلمان کے لئے، بہت ضروری ہے۔اور جو بغیر دلیل کے مسائل سمجھتے ہیں:

۱۔ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔

۲۔بہت ہی زیادہ خطرہ ہوتا ہے غلطی کے ارتکاب کرنے کا۔

۳۔ تقلید کے دلدل میں پھنستے پھنستے اندھی تقلید کر بیٹھتے ہیں۔ تقلید کا کیا مطلب ہے؟ ''قبول قول الغير بلا دليل''۔کسی کے قول کو قبول کرنا بغیر دلیل کے۔

تو دلیل بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر عقیدے کے مسائل میں۔ حالانکہ دلیل ہر چیز کے لئے ضروری۔ فقہ کے مسائل ہوں، عبادات ہوں، معاملات ہوں، ہمارے پورے دین کی بنیاد ہی دلیل ہے۔۔ لیکن عقیدے کے مسائل جو ہیں بہت ضروری ہے کہ آپ کو دلیل آنی چاہئے۔اور دلیل ''ادلة'' جو ہے وہ دو قسم کی ہے:

(۱) ادلة سمعيه: جو ہم سنتے ہیں قرآن وحدیث،اور

(۲)ادلة عقلية: صحیح عقل اور صحیح عقل بھی دلیل بن سکتی ہے۔

لیکن اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ سب سے پہلے شرعی دلیل بیان کرتے ہیں، قرآن وسنت، اور عقلی دلیل بعد میں بیان کرتے ہیں۔ اپنی بات کو ثابت کرنے کے بعد اپنے

مسلک کو ثابت کرنے کے بعد قرآن و حدیث سے وہ عقلی دلیل بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ مسئلہ زیادہ پختہ ہو جائے، بس۔ یعنی ان کی بنیاد عقل نہیں ہے۔ جو اہل فلسفہ والکلام ہیں وہ عقل کو آگے کرتے ہیں، اور قرآن و سنت کو پیچھے کرتے ہیں۔ جیسا کہ جہمی ہیں، معتزلی ہیں، اشاعرہ ہیں، ماتریدیۃ ہیں، یہ سارے کے سارے۔ وہ کہتے ہیں ''الادلة العقلية هي القطعية'' جو قطعی دلیل ہے وہ عقلی ہے۔ اور جو قرآن و سنت کی دلیل ہے وہ قطعی نہیں ہے۔ یعنی اگر عقلی مسئلہ ہے، اور یہاں پر دلیل قرآن و سنت کی ہے، عقل کے منافی ہے، عقل کو آگے کریں گے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ابلیس تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا''، تو اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہیں۔ جیسے سورۃ ص آیت نمبر ۷۵ میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔ جو عقل پرست ہیں، جو عقل کو آگے کرتے ہیں وہ کہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے تو مخلوق کا بھی ہاتھ موجود ہے، تو یہاں پر مشابہت ہوتی ہے۔ اس لئے ہم انکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ حالانکہ قرآن کی آیت ہے، احادیث میں بھی موجود ہے، صحیح حدیث میں، صحیح بخاری، مسلم کی روایت میں۔ تو کیوں آپ نہیں مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے؟ وہ کہتے ہیں یہاں پر مشابہت ہوتی ہے۔ اب خالق کا ہاتھ، مخلوق کا ہاتھ ایک جیسے ہو جائیں گے یہ تو کفر ہے۔ اس لئے ہم اس سے بچنے کے لئے کہتے ہیں۔ اچھا یہاں پر کس نے کہا مشابہت ہوتی ہے؟ کہتے ہیں عقل کہتی ہے۔ عقل تو یہی جانتی ہے کہ ہاتھ ہاتھ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر خالق کا ہاتھ بھی ہم مان لیں مخلوق کا ہاتھ بھی موجود ہے

تو دونوں برابری ہو جاتی ہے۔ مشابہت ہوتی ہے،اس لئے اس کا مکمل انکار کرتے ہیں۔ یہاں پر عقل کو آگے کیااور قرآن کی آیت کو پیچھے کر دیا۔اور یہ بالکل باطل ہے،درست نہیں! ہم بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، جیسے قرآن مجید میں ثابت ہوا، لیکن کیسا ہے؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کیفیت کیا ہے؟اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان کیا کہ ہاتھ ہے، یہ بیان نہیں کیا کہ کیسا ہے۔ ہم یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، یہ نہیں کہتے کہ کیسا ہے۔ ضرورت کیاپڑی ہم پوچھیں کیسا ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا، جب نبی کریم ﷺ نے نہیں پوچھا اللہ تعالیٰ کیسا ہے آپ کا ہاتھ، جب صحابہ کرام نے نہیں پوچھا نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے تو کیسا ہے، تابعین نے نہیں پوچھا، فقہاء اربعہ نے نہیں پوچھا، محدثین نے نہیں پوچھا۔اہل کلام والا اگر پوچھتا ہے کہ ہاتھ کیسا ہے اور کیوں ہے؟ جب سلف صالحین کا یہی راستہ ہے تو غالب یہی راستہ ہے۔ہاتھ ہے تو ہے! اب کیسا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیسا ہے۔ چھوٹی سی مثال ہے، انسان کا ہاتھ ہے، بلی کا ہاتھ ہے، دونوں ایک جیسے ہیں؟ انسان اور بلی کے ہاتھ برابر ہیں دونوں؟ جب مخلوقات میں تفاوت موجود ہے، اس کا نام اور اُس کا نام بھی ہاتھ ہے۔ جب مخلوقات میں یہ فرق موجود ہے تو خالق اور مخلوق میں فرق کتنا ہو گا، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ تو دلیل جاننا بہت ضروری ہے۔ شیخ صاحب نے اِس رسالے کے آغاز میں تین مقدمات بیان کئے ہیں۔ پھر یہ رسالہ جو 'اصول الثلاثہ' ہے، اس کو بیان کیا۔ جو تین مقدمات ہیں وہ یہ ہیں: شیخ صاحب فرماتے ہیں:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''، شیخ صاحب نے اس رسالے

کا آغاز ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے کیا۔ قرآن مجید کی اقتدا کرتے ہوئے کیونکہ قرآن مجید میں ہر سورت سے پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے آغاز ہوتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے، کہ نبی رحمت ﷺ جب بھی کوئی خط لکھتے، تو پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھتے۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کا ترجمہ، ''شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے'' یا ''اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں''، کیونکہ کچھ لوگ مخالفت کرتے ہیں، کہتے ہیں 'اللہ تعالیٰ کا نام پہلے لیا کریں'، ہم بھی یہی کہتے ہیں، درست ہے۔ اللہ کا نام پہلے لیتے ہیں، 'شروع' بعد میں۔ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے۔'' یہ عام ترجمہ ہے۔ اس کا مفہوم بہت پیارا مفہوم ہے۔ میں ساتھیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ اس مفہوم کو سمجھ لیں۔ جو صاحب اپنے نام کو سمجھتے ہیں، ''آپ کا نام کیا ہے؟'' کوئی پوچھتا ہے، تو اس مفہوم کو بھی سمجھ لیں۔ ''بسم''، یہ جو حرف 'ب' ہے ناں 'ب'، اس کا ایک عظیم فائدہ ہے، ایک حرف کا! 'ب' کے دو بڑے مفہوم ہیں اور عظیم مفہوم ہیں۔ نمبر ایک: برکت کے لئے۔ حرف 'ب' ہے ناں، تو برکت 'ب' سے شروع ہوتی ہے، یہ آپ کو یاد رہے گا، بھولیں گے کبھی نہیں۔ برکت کے لئے۔ نمبر دو: 'استعانۃ' کے لئے، مدد طلب کرنے کے لئے۔ یہ 'ب' کے حرف کے دو مفہوم ہیں۔ اور ''اسم اللہ''، اسم مضاف ہے۔ اللہ لفظِ جار ہے، مضاف الیہ ہے۔ یہ عربی زبان کی گرائمر ہے،

اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے، جب مفرد مضاف ہو تو یہ عام ہو جاتا ہے۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ میں تیرے ہر بابرکت نام سے، صرف اللہ تعالیٰ کا نام نہیں۔ یا اللہ تعالیٰ میں تیرے ہر بابرکت نام سے، اللہ تعالیٰ کے نام کتنے ہیں؟ کیا کوئی جانتا ہے کتنے ہیں؟ کیا خیال ہے؟ کوئی کہتا ہے ۹۹۔ کتنے نام ہیں اللہ تعالیٰ کے، اللہ ہی جانتا ہے۔ ۹۹ تو وہ ہیں جو قرآن مجید اور صحیح حدیث سے ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کتنے ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے نبی رحمت ﷺ نے بڑی پیاری دعا میں کیا فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ تیرے ہر نام سے مدد طلب کرتا ہوں، وہ نام جو تو نے اپنے کسی بندے کو بتایا ہو یا قرآن و حدیث میں نازل کیا ہو یا وہ نام جو آپ نے اپنے علمِ غیب میں چھپایا ہو، ہمیں پتہ ہی نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے نام کتنے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن ۹۹ جو ہیں وہ قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔ جو باقی نام ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں، کتنے ہیں یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تو ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ میں تیرے ہر بابرکت نام سے مدد طلب کرتا ہوں، ''بسم اللہ''، یہ بسم اللہ کا ترجمہ ہے بس: اللہ تعالیٰ میں تیرے ہر بابرکت نام سے مدد طلب کرتا ہوں۔ اچھا 'الرحمٰن' اور 'الرحیم' کیا ہیں؟ 'الرحمٰن': ہم لوگ کہتے ہیں 'مہربان'۔ مہربان کسے کہتے ہیں؟ جو بہت ہی زیادہ رحم کرنے والا ہو، جو بہت ہی زیادہ احسان کرنے والا ہو، جو بہت ہی زیادہ مہربانیاں کرنے والا ہو، جس کی مہربانیاں اتنی ہوں کہ آپ گن نہ سکیں، جس کے احسان اتنے ہوں کہ کوئی گن نہ سکے اور 'الرحمٰن' اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ کچھ لوگ عبدالرحمن ہیں، تو لوگ کہتے ہیں کہ اے رحمن بات

سنو! جو بالکل جائز نہیں ہے۔ عبدالرحمن کہیں گے آپ، رحمن نہیں کہیں گے، جائز نہیں ہے آپ کے لئے، اسی طرح ہے عبدالصمد، صمد نہیں کہیں گے، آپ عبدالصمد ہی کہیں گے، پیار سے بھی صمد نہیں کہیں گے، جائز نہیں ہے۔ جیسے اللہ ہے، اگر کسی کا نام عبداللہ ہے تو کوئی اسے اللہ کہتا ہے کیا؟ کہ اے اللہ بات سننا۔ جس طرح عبداللہ کہنا ضروری ہے اسی طرح عبدالرحمن اور عبدالصمد کے لئے بھی ضروری ہے کہ آپ پورا نام لیں اور 'الرحمٰن' ہے صرف '' صيغة المبالغة '' یعنی حد سے زیادہ رحم کرنے والا اور 'الرحمٰن' اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت ہے، وہ رحمت جس سے اللہ تعالیٰ کافروں پر بھی نازل کرتا ہے، اس رحمت سے اللہ تعالیٰ کافروں کو بھی نوازتا ہے، جانوروں کو بھی نوازتا ہے، یہ وہ رحمت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی اس رحمن کی رحمت سے منور ہے اور استفادہ حاصل کر رہی ہے۔ تو پوری کائنات الرحمن کی رحمت کی محتاج ہے، پوری کی پوری کائنات! اور 'الرحیم' وہ خاص رحمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مومنوں کے لئے خاص کی ہے۔ 'الرحیم' جو ہے وہ خاص رحمت ہے، مومنوں کے لئے۔ الرحمن میں سب شامل ہیں، مومن بھی، کافر بھی، جانور بھی، پوری کائنات شامل ہے، لیکن الرحیم خاص رحمت ہے جو مومنوں کے لئے ہے۔ ترجمہ کیا ہوا'' یااللہ تعالیٰ میں تیرے ہر بابرکت نام سے مدد طلب کرتا ہوں کہ میں یہ جو رسالہ لکھنے جا رہا ہوں یا پڑھنے جا رہا ہوں یا اس کا درس دینے جا رہا ہوں یا سننے والا سننے جا رہا ہے، ہمارے یہ کام آسان کر دے، تو رحمن ہے، تیری رحمت اتنی وسیع ہے کہ کافر اور جانور بھی تیری رحمت

سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ میں تیرا محتاج اور فقیر ہوں، تیرا بندہ ہوں، تیرے سوا میرا کوئی نہیں ہے، بس مجھ پر بھی اپنی رحمت نازل فرما اور یہ کام جو میں کرنے جارہا ہوں اس کام کو میرے لئے آسان کردے اور اس میں برکت ڈال دے۔ یہ ہے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' تو یاد رکھئے ۷۸۶ لکھنا درست نہیں ہے۔ ۷۸۶ کا جو یہ نمبر ہے یہ بدعت ہے۔ اگر ۷۸۶ لکھنا درست ہوتا اور جائز ہوتا، تو نبی رحمت ﷺ ضرور لکھتے، خاص طور پر جب خط لکھتے۔ کس کے لئے لکھتے؟ کسریٰ؟ وہ مسلمان تھا؟ قیصر مسلمان تھا؟ نجاشی مسلمان تھا؟ کافروں کے نام خط لکھا۔ کسریٰ نے تو خط کو پھاڑ بھی دیا، زمین پر بھی گرا دیا۔ کیا لکھا تھا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم''؟ تو نبی رحمت ﷺ اس واقعے کے بعد بھی کبھی بھی نہیں اور اس کے بعد بھی خط لکھے، صحابہ کرام نے بھی خط لکھے، اس واقع کے بعد بھی جب بے حرمتی ہوئی تب بھی ۷۸۶ نہیں لکھا، پھر بھی ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھتے رہے۔ اس کا یہ مطلب ہو کہ آج کل جو لوگ یہ غلط گمان رکھتے ہیں کہ ۷۸۶ لکھنا ''بسم اللہ'' سے بہتر ہے کیونکہ ۷۸۶ کی اگر بے حرمتی بھی کریں، پاؤں کے نیچے بھی آجائے تو نمبر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے۔ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے، اگر یہ واقعی درست ہوتا تو آپ سے زیادہ متقی، آپ سے زیادہ پرہیزگار، آپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب نبی رحمت ﷺ تھے اور آپ لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں۔ تو واقعی اس طریقے سے گستاخی ہوتی تو خود ہی ۷۸۶ لکھتے، آج ہم بھی لکھتے اور اس رسالے کے آغاز میں بھی ۷۸۶ لکھا ہوتا۔ سلف صالحین کا بھی یہی

راستہ رہا ہے ہمیشہ، کہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' ہی لکھنا ہے،۷۸۶ بدعت ہے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں ''اعلم رحمك الله''۔''اعلم'' یہ جان لو کہ ''رحمك الله'' کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔تو یہ شیخ صاحب کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے کہ اپنی جتنی بھی کتابیں تالیفات ہیں، اکثر اوقات اس دعا سے شروع کرتے ہیں۔''اعلم'' یہ جان لو ''رحمك الله'' اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔اے پڑھنے والے،اے سننے والے،سب کے لئے یہ دعا ہے۔یہ جان لو کہ آگے میں کیا بیان کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور ''رحمك الله'' کا لفظ جو ہے، اس کا یہ مطلب ہے یہاں پر دعا میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پچھلے گناہ معاف کر دے اور آپ کو اگلے گناہوں سے بچنے کی توفیق دے اور اچھے عمل کرنے کی بھی توفیق دے۔ایک جملہ ہے، دو لفظ ہیں ''رحمك الله''، اور جب ''رحمك الله وغفرلك'' دونوں لفظ شامل ہو جائیں تو مغفرت کا مطلب ہے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں۔رحمت کا مطلب ہے کہ اگلے گناہوں سے بھی بچے رہو اور نیک عمل بھی کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے''اعلم رحمك الله''۔''أنه يجب علينا تعلم اربع مسائل'' کہ ہم پر واجب ہے، فرض ہے کہ ہم چار بنیادی مسائل کو سمجھیں۔یہ پہلا مقدمہ ہے۔میں نے بتایا کہ اصول الثلاثۃ میں پہلے تین مقدمے ہیں، تین مختلف موضوع ہیں، پھر اصول الثلاثۃ، پھر خاتمہ ہے۔تو سب سے پہلا جو مقدمہ ہے اس کی طرف آتے ہیں ''اعلم'' کہ یہ جان لو کہ ''رحمك الله'' کہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ''انہ'' بے شک

''يجب علينا'' کہ ہم پر واجب ہے ''تعلم'' کہ ہم علم حاصلم کریں'' اربع مسائل'' چار مسائل۔ وہ کیا ہیں:

الأولى(١): ''العلم'' علم حاصل کرنا۔ کس چیز کا علم؟ ''وھو'' خود بیان کر رہے ہیں کس چیز کا ''وھو معرفة الله ومعرفة نبيه ﷺ ومعرفة دين الإسلام بالأدلة'' یعنی علم حاصل کرو، اللہ تعالیٰ کو جاننا۔ اللہ تعالیٰ کون ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیوں پیدا کیا؟ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات کیا ہے؟ آخر اس نے اس پوری کائنات کو پیدا کیوں کیا؟ آپ کو اور مجھے پیدا کیوں کیا؟ کسی مقصد کے لئے پیدا کیا یا ایسے ہی پیدا کیا بس؟ اور جب تک انسان اپنے خالق کو نہیں پہچانتا اس کی قدر اس کے دل میں نہیں آسکتی۔ جب تک انسان اپنے خالق، اپنے مالک، اپنے محسن کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ وہ کیسا ہے؟ تو اس کی قدر اس کے دل میں نہیں آتی، کہ کتنی عظیم و شان ذات ہو گی۔ جب تک اس کا علم نہیں آئے گا آپ کو دل میں اس کی قدر اور اس کی عظمت بیٹھ نہیں سکتی کبھی۔ ''ومعرفة نبيه'' اس کے پیارے نبی ﷺ یعنی محمد ﷺ کو جاننا، کہ یہ نبی کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا پیغام لے کے آئے ہیں؟ کس کے لئے بھیجے گئے ہیں اور اس دنیا میں کیا چھوڑ کر گئے ہیں؟ زندگی کیسے گزار کر گئے ہیں؟ اس پیارے نبی ﷺ کی سیرت کیا ہے؟ اور تیسرے نمبر پر ''ومعرفة دين الإسلام بالأدلة'' اور دین اسلام کو جاننا دلیل کے ساتھ۔ تو آیئے ایک ایک چیز کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

(ا)۔العلم: علم کہتے ہیں ''ادراك الشيئ على ما هو عليه ادراكا جازما''، کسی چیز کو سمجھنا، کسی چیز کو جاننا جیسے کہ وہ حقیقتاً ہو، کسی چیز کو جاننا اس کی حقیقت پر۔ میں مثال سے آسان کر دیتا ہوں۔ یہ کیا ہے؟ یہ Pen ہے۔ اب آپ کو علم ہے کہ اسے Pen کہتے ہیں۔ کوئی شک ہے؟ نہیں! تو آپ کو یقین ہے کہ یہ Pen ہے۔ اس کا مطلب آپ کو علم ہے کہ اسے Pen کہتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں علم۔ کسی چیز کو اس کے اپنی حقیقت پر یقینی طور پر جاننا۔ یہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ یہ Pen ہے ،اسے کہتے ہیں علم۔

اس کی آگے چھ (٦) مراتب ہیں: پانچ ہیں، چھٹا علم ہے۔ پانچ مراتب اور ہیں: یہ pen ہے، یہ عینک ہے:

- اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے شک ہے: یہ pen ہے یا عینک ہے؛
- اگر ایک شخص کہتا ہے: یہ جو ہے، مجھے گمان ہے کہ یہ عینک ہے؛
- دوسرے شخص نے کہا: یہ عینک بھی ہو سکتا ہے، لیکن ہے pen ؛
- تیسرے شخص نے کہا: یہ pen بھی ہو سکتا ہے لیکن ہے عینک؛
- چوتھے شخص نے کہا: نہیں یہ ہے ہی عینک۔

✓ جس نے کہا یہ pen ہے،اس کو علم ہے، پورے یقینی طور پر، یہ علم ہے۔

- جس نے کہا کہ یہ عینک ہے یقینی طور پر، اسے کہتے ہیں "جاہلِ المرکب"، جاہلِ مرکب ہے۔
- تیسرے نے کہا میں نہیں جانتا یہ کیا ہے، اسے کہتے ہیں 'جاہل البسیط"، جاہل ہے۔

جاہلِ مرکب: یعنی کسی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف جاننا، اور اس پر یقین کر لینا، علم کے الٹ بالکل۔ اور جاہل البسیط کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ میں نہیں جانتا ہوں۔ یہ تین ہو گئے، تین باقی ہیں، ان کے بیچ میں تین اور باقی ہیں۔

- جس نے کہا یہ مجھے لگتا ہے کہ عینک ہے، یعنی اس کو شک ہے، pen ہے یا عینک ہے، اسے شک کہتے ہیں۔
- چوتھے نمبر پر اس نے کہا مجھے لگتا ہے کہ یہ عینک بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ ہے pen، اسے کہتے ہیں ظن۔
- اور چھٹا کہتا ہے، مجھے لگتا ہے کہ یہ پین ہے لیکن یہ ہے عینک۔ مجھے لگتا ہے، میرا گمان زیادہ عینک کی طرف ہے، اسے کہتے ہیں وہم۔

صورتیں ہو گئیں چھ: علم، ظن، شک، وہم، جہل البسیط، جہل المرکب۔ اب سب سے مشکل درجہ جو ہے وہ جہل المرکب کا ہے۔ کیونکہ جو عام جہل ہے، جو عام جاہل ہے، وہ کہے گا مجھے نہیں پتا، تو ثابت کو یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ pen ہے۔ آسان ہے کہ نہیں۔ لیکن جو

کہتا ہے، یہ ہے ہی عینک، اسے یقین ہے عینک ہے، تو سب سے پہلے آپ یہ واضح کریں کہ یہ عینک نہیں ہے، اور یقین کے ساتھ واضح کریں گے، دلیل کے ساتھ واضح کریں گے یہ عینک نہیں ہے۔ پھر آپ ثابت کریں گے کہ pen ہے۔ ڈبل(double) محنت ہے کہ نہیں، یہاں پر ڈبل محنت ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہماری امت میں جہل المرکب پھیلا ہوا ہے۔ اگر یہ جہل البسیط ہوتا نہ تو آج ہمیں لمبی لمبی تقریریں کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کبھی۔ کیونکہ جب جہل المرکب موجود ہے امت میں تو ہم مجبورًا پہلے غلط عقیدہ غلط ثابت کرنا ہے، پھر صحیح عقیدہ ثابت کرنا ہے۔ تو ڈبل محنت ہے۔ اگر عام جاہل، جو عوام الناس ہے، ان سے سوال کریں، ''اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟'' کہتا ہے میں نہیں جانتا ہوں، جاہل البسیط ہے۔ ہم ثابت کر سکتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، simple سی بات ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اور یہ جہل المرکب ہو گیا۔ اب پہلے ہم ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے، اس کی دلیل بیان کریں گے، پھر ہم ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر موجود ہے، اس کی دلیل بیان کریں گے۔ تو یہ تھا ''علم''۔

علم دو قسم کا ہوتا ہے: ایک ہوتا ہے ''علم ضروری''، ایک ہوتا ہے ''علم نظری'' :

(ا)۔ ضروری وہ علم ہوتا ہے، جو انسان کو بغیر علم حاصل کئے آتا ہے، انسان کی ضرورت میں شامل ہے۔ مثال کے طور پر، آگ جلاتی ہے۔ ہم میں سے کون وہ شخص ہے، اسے یہ علم ہو گا کہ آگ جلاتی ہے، جب تک اس کا ہاتھ نہ جلا ہو، کوئی ایسا شخص ہے؟ یعنی آگ کی طرف گیا، آگ کو ہاتھ لگایا، ہاتھ جلا، پھر اسے علم ہوا کہ آگ جلاتی ہے۔ کوئی ایسا

شخص ہے؟ نہیں! ہم سب جانتے ہیں کہ آگ جلاتی ہے، یہ علم ضروری ہے، اس کو حاصل کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے، بھوکا ہوتا ہے، دودھ پینے کے لئے تیار ہوتا ہے، جوں ہی ماں اپنے سینے کے قریب کرتی ہے، دودھ پینا شروع کر دیتا ہے۔ یہ علم ضروری ہے، اس کی فطرت میں یہ علم موجود ہے۔ اللہ کی قسم اگر پوری کائنات مل جائے اور اس بچے کو سمجھایا جائے کہ دودھ ایسے پینا ہے، کوئی نہیں سمجھا سکتا اللہ کی قسم! یہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو سمجھایا ہے ماں کے پیٹ کے اندر جوں ہی باہر نکلو، بھوک لگے تو آپ نے چوسنا ہے۔ آپ جانتے ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے، چھ مہینے کا بچہ یا دو مہینے کا بچہ، آپ juice لے لیں، straw والا جو ہے اور بچے کو یہی چوس کے دکھاؤ، کوئی بھی شخص دنیا کا مجھے دکھائے جو دو مہینے کے بچے کو یہ juice دے دے اور کہے کہ یہ چوس کے مجھے دکھاؤ۔ یا دودھ نہ ہی صحیح، حلیب سعودی ملتا ہے، ایک ریال والا، اس میں straw ڈالو اور دو مہینے کے بچے کو کہو یہ چوس کے دکھاؤ۔ کوئی نہیں سکھا سکتا اسے۔ لیکن وہ ابھی جو بچہ پیدا ہوا ہے، وہ ماں کے سینے کو لگتے ہی چوسنا شروع دیتا ہے۔ یہ علم ضروری ہے، اس کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے؟ کیا یہ بچہ، پہلے علم حاصل کیا، اسکولوں میں گیا، یا ماں کے پیٹ کے اندر ڈگری حاصل کی، علم حاصل کیا اس نے؟ ہرگز نہیں! وہ پیدا ہوا، اس کی یہ علم ضرورت ہے، خون میں دوڑتا ہے یہ علم۔ اور یہی ضروری علم ہر انسان کے اندر بھی ہے کہ وہ اپنا خالق خود نہیں ہے، اس کا خالق کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ہے! اللہ تعالیٰ موجود ہے، اللہ تعالیٰ رب، خالق ہے مالک ہے، رازق ہے۔ یہ ضروری علم ہے۔ لیکن بدبختی کی بات یہ ہے

کہ آج ہم اس ضروری علم کو لوگوں کو سمجھا رہے ہیں۔ کہ تمہارا خالق اللہ تعالیٰ ہے، رازق اللہ تعالیٰ ہے، مالک اللہ تعالیٰ ہے، تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، مشکل کشا اللہ تعالیٰ ہے، حاجت روا اللہ تعالیٰ ہے۔ علی مشکل کشا نہیں ہے، غوث مشکل کشا نہیں ہے، حاجت روا نہیں ہے! لوگ سننے کے لئے تیار بھی نہیں ہیں۔ جو ضروری علم تھا لوگوں نے اس کو بھی نہیں سمجھا۔ یعنی یہ کوئی تک بنتی ہے؟ کہ میں شخص کو لے جاؤں اور پکڑ کے اس کا ہاتھ آگ میں رکھوں پھر کہوں 'بھئی آپ کو پتا چلا کہ آگ جلاتی ہے؟' وہی مثال ہے کہ آج ہم لوگوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ مشکل کشا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، حاجت روا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، یہ تو آپ کے خون کے اندر دوڑتا ہے! کیوں تبدیل کر دیا اس فطرت کو؟ فطرت تبدیل ہو چکی ہے لوگوں کی!

(۲)۔ دوسرا علم ہے ''العلم النظري''، جس کو حاصل کرنا بہت ضروری ہے! نماز بغیر وضو کے ہوتی ہے؟ تو وضو آپ سیکھتے ہیں کہ نہیں سیکھتے ہیں؟ سیکھا ہے وضو کرنا کہ نہیں؟ کوئی ایسا شخص ہے جو ماں کے پیٹ کے اندر سے نکلا ہے، علم حاصل نہیں کیا اور وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی؟ تو وضو کا طریقہ، نماز کا طریقہ، زکوٰۃ کا طریقہ، حج کا طریقہ، یہ موبائل ہے، اس کو چلانے کا طریقہ آپ نے سیکھا کہ نہیں سیکھا۔ تو یہ سب علم النظری ہے، جو سیکھنا چاہئے، جو ہم باہر سے سیکھتے ہیں۔ تو علم کی دو قسمیں ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں ''وهو معرفة الله''، اللہ تعالیٰ کو جاننا۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کو جاننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف دل سے اللہ تعالیٰ کو جان لیا۔ 'اللہ تعالیٰ

موجود ہے' کافی ہے، 'اللہ تعالیٰ رب ہے' کافی ہے، ' اللہ تعالیٰ واحد معبود ہے' ! کافی نہیں ہے، یہ کافی نہیں ہے! بلکہ اللہ تعالیٰ کو جاننے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے رب کو ایسے جانو کہ اس کے سامنے آپ کا سر خم تسلیم ہو جائے، سر خم کر کے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو سر آنکھوں پر رکھو، جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرو، جس چیز سے روکا اس سے دور ہو جاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کو جاننے کا مقصد ہے اصل میں۔

''ومعرفة نبيه'' ﷺ، اور نبی کو جاننا۔ یہ جاننا کافی نہیں کہ 'محمد رسول اللہ'، بس جانتے ہیں کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ جاننا کافی نہیں ہے! بلکہ جاننے کا مقصد یہ ہے، وہ جاننا جو آپ کو نبی رحمت ﷺ کی فرمانبرداری پر مجبور کردے ! جاننے کا یہ مقصد ہے۔ ورنہ جاننا تو یہودی بھی جانتے ہیں کہ محمد اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا اور نبی تھا، یہ الگ بات ہے کہ وہ ایمان نہیں لے کر آئے، واللہ! آج ایک Christian میرے پاس آیا، نصرانی، بیمار تھا میں نے اسے دوائی دی ہے، تو باتوں باتوں میں میں نے اس سے پوچھا کہ دیکھو آپ یہاں پر رہتے ہیں، آپ نے اسلام قبول کیوں نہیں کیا؟ سات سال سے تم رہتے ہو یہاں، اس نے کہا میرے بھائی فلپین میں میں مسلمان ہو چکا ہوں، میں نے کہا آپ عجیب سے بندے ہو! آپ یہاں پر رہ کر بھی اسلام قبول نہیں کرنا چاہتے ہو، کہتے ہیں یار سیدھی سی بات ہے، میں نے بھائی مسلمانوں کو دیکھا نہیں تھا، اس وجہ سے اسلام قبول کیا۔ اور میرا جو کام ہے یہاں پر، مسلمانوں کے ساتھ ہی ہے، میں نے مسلمانوں میں وہ چیز نہیں دیکھی جس سے مجھے اسلام قبول کرنے کی کوئی تھوڑی سی خواہش بھی ہوتی!

میں جانتا ہوں کہ قرآن حق ہے، واللہ اس بندے کے الفاظ ہیں! میں جانتا ہوں کہ قرآن حق ہے، اس کی تعلیمات حق ہیں، میں کبھی کبھی پڑھ بھی لیتا ہوں، لیکن یہ جو مسلمان کرتے ہیں اس کی وجہ سے میرا دل نہیں کرتا کہ میں اس دین میں آؤں۔ بہر حال، تو اس نے یہ کہا جو شاہد ہے کہ میں مانتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں۔ واللہ! اس شخص نے ایسا کہا۔ میں کہا اس ماننے کا کیا فائدہ ہے؟ آپ نماز پڑھتے ہو؟ روزہ رکھتے ہو؟ کہتا ہے نہیں! پھر اس ماننے کا فائدہ کیا ہے؟ یہ ماننا کافی نہیں، یہ جاننا کافی نہیں۔ جاننا وہ ہوتا ہے جیسے آپ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو جان چکے ہو۔ کیسے جان چکے ہو؟ کہ Cross آپ لٹکاتے ہو، Christmas آپ کرتے ہو، عبادات اپنے طریقے سے کرتے ہو، جو تمہیں Christian پادری بتاتے ہیں، تم اصل میں سچ اس مذہب کو جانتے ہو جو حق پر نہیں ہے۔ اور نبی رحمت ﷺ کو صرف یہ جاننا کہ نبی ہیں، ان کی فرمانبرداری نہ کرنا، یہ کوئی جاننا نہیں ہوتا۔ ''معرفة نبيه'' یعنی نبی کریم ﷺ کو جاننا، وہ جاننا جو آپ کو نبی رحمت ﷺ کی پیروی کرنے پر مجبور کر دے، کہ یہ وہ پیارے نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس پیارے نبی کو بھیجا ہے پوری کائنات کی طرف، جن وانس کی طرف، تاقیامت ، ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا، ان کی تعلیمات جو آج موجود ہیں اور تاقیامت موجود رہیں گی، ان شاء اللہ! یہی ہمارا دین ہے، یہی ہمارے دنیا اور آخرت سنوارنے کا طریقہ ہے اور اسی طریقے کے اندر اپنی ساری زندگی گزار دینی ہے۔ یہ جاننے کا مقصد ہے۔

اور تیسرا ''معرفة دين الإسلام بالأدلة'' دینِ اسلام کو سمجھنا دلیل کے ساتھ۔ یعنی کوئی بھی مسئلہ ہو دین کا، نماز پڑھتے ہو؟ جی ہاں پڑھتا ہوں۔ کیوں پڑھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''واقيموا الصلاة'' تو نماز دینِ اسلام کا حصہ ہے یا نہیں اور دلیل کیا ہے کہ نماز دین کا حصہ ہے؟ ''واقيموا الصلاة'': اور نماز قائم کرو۔ زکوۃ دیتے ہو؟ جی ہاں دیتا ہوں۔ کیوں دیتے ہو؟ کیونکہ دینِ اسلام کا حصہ ہے۔ دلیل کیا ہے کہ دینِ اسلام کا حصہ ہے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''واقيموا الصلاة و ءاتوا الزكوة''۔ جشن عیلادِ میلاد النبی کرتے ہو؟ میں نہیں کرتا ہوں۔ بھئی یہ کیوں نہیں کرتے ہو؟ کیونکہ دینِ اسلام کا حصہ نہیں ہے۔ کیوں حصہ نہیں ہے؟ کیونکہ اس کی دلیل ہی نہیں ہے۔ بات واضح ہوئی کہ نہیں؟ یعنی جس چیز کی دلیل ہے وہ دینِ اسلام کا حصہ ہے اور جس چیز کی دلیل نہیں ہے وہ دین اسلام کا حصہ ہو ہی نہیں سکتی! اچھا، دلیل جاننے کا فائدہ کیا ہے؟ ادھوری بات رہ گئی تھی، پہلے میں نے بتایا تھا کہ اطمینان ہوتا ہے۔ آپ کا دل مطمئن ہوتا ہے کہ دلیل بھی موجود ہے یہ دین کا حصہ ہے۔ آپ عمل بھی کرتے ہیں، آپ کو خدشہ کوئی بھی نہیں ہوتا کہ کوئی گناہ کا کام تو نہیں کر رہا ہوں میں۔ آپ نماز پڑھتے ہو، کوئی ایسا شخص ہے جس کو شک ہو کہ نماز پڑھنے والوں کو گناہ ہو گا، کسی کو شک ہے؟ ہر گز نہیں! کیونکہ اس کی دلیل موجود ہے اور یہ دلیل دیکھئے کہ کیسے نماز پڑھنی ہے، سب کچھ موجود ہے۔ لیکن جو جشن عید میلاد النبی کرتا ہے، جو رجب کے کونڈے بانٹتا ہے، جو محرم میں ماتم کرتا ہے، ہم کہتے ہیں بدعت ہے۔ اب وہ بے چارہ شک میں پڑ گیا۔ ہم کہیں

دلیل لاؤ۔ دلیل اس کے پاس نہیں ہے، اگر ہے تو سب الٹی سیدھی بے بنیاد دلیلیں ہیں۔ اب جب وہ جشن عید میلاد النبی منائے گا، دل میں خدشہ ہو گا کہ نہیں؟ اطمینان تو نہیں ہو گا نہ اسے؟ ہر گز نہیں ہو گا، یاد رکھیں۔ کیونکہ مخالف قول موجود ہے اور دلیل بھی نہیں ہے۔ تو جب دلیل موجود تھی جیسے نماز میں دلیل موجود ہے اسی شخص سے پوچھیں آپ جو جشن عید میلاد النبی مناتا ہے، جو محرم میں ماتم کرتا ہے، جب آپ نماز پڑتے ہیں کوئی شک ہوتا ہے؟ نہیں۔ اور جب جشن عید میلاد النبی مناتے ہو کیا تمہیں وہی اطمینان ہوتا ہے جو نماز میں ہوتا ہے؟ کہے گا نہیں! تو پہلی بات ہے اطمینان ہوتا ہے؛ نمبر دو اس کے ساتھ ساتھ چار ایسے محاذیر ہیں جس سے انسان بچ جاتا ہے۔ اگر دلیل نہ جانے اور ایسے عمل کرے دین پر، بغیر دلیل کو جانے، چار ایسی چیزیں ہیں، چار ایسے گڑھے ہیں، مفسدیں ہیں جس میں انسان گر جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے۔ تو دلیل جو ہے اِس چیز سے آپ کو بچا دیگی۔ کیا ہیں:

نمبر ایک: بغیر دلیل کے شخص جو عمل کرتا ہے، وہ یہی سمجھتا ہے کہ دین یہی ہے، کہ دین کا حصہ ہے اور اسی پر اپنی زندگی گزار دیتا ہے۔ اور حقیقتاً کیا ہوتا ہے کہ دین اس کے بالکل مخالف ہوتا ہے، تو اس کا تو وقت سارا چلا گیا بے چارے کا بدعت میں گرا رہا اور بدعت میں اس کی موت ہوئی۔

نمبر دو: وہ اسی کو دین سمجھ کر اسی کے لئے لڑتا ہے، اسی کے لئے جھگڑتا ہے۔ اس کو کیا پتہ، وہ تو کہے گا یہی دین ہے۔ جب دلیل نہیں ہے تو یہی سمجھ لے گا یہی دین ہے بس۔ اسی کے

لئے لڑتا ہے، اسی کے لئے جھگڑتا ہے، اسی کے لئے وقت گزارتا ہے سارا۔ جیسے آج بھی جشن عید میلاد النبی، وہ کہتے ہیں جشن عید میلاد النبی منانا یہ دین ہے، باعثِ اجر و ثواب ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ بدعت ہے۔ مناظرے ہوتے ہیں، مشقتیں اٹھائی جاتی ہیں، لمبی لمبی تقریریں ہوتی ہیں، تو وہ اسی لئے یہ سب کچھ کرتے ہیں، ان کو پتہ نہیں ہے، دلیل نہیں ہے، تو جس کے پاس دلیل نہیں ہے وہ جھگڑتا بھی نہیں ہے، تو وہ باطل پر جھگڑتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے یہ دین کا حصہ ہے۔ اب وہ بے چارہ جو جھگڑ رہا ہے، اب عوام الناس سے بات ہوتی ہے علماء سے نہیں۔ اب عوام الناس سے بات ہوتی ہے، کہتے ہیں یار ہے تو اچھا کام، ہم کون سا وہاں پر نعوذ باللہ زنا کرتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں تھوڑی سی نعت پڑھ لی، سیرت النبی کا ایک دو قصہ پڑھ لیا، قرآن مجید کی تلاوت کر لی، مٹھائی بانٹ دی، بس بات ختم ہو گئی۔ اچھا کام تو ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں، اچھا کام اگر ہوتا تو کیا نبی کریم ﷺ ہمیں بتا کر نہ جاتے، ہمیں واضح کر کے نہ جاتے۔ کیا نبی کریم ﷺ صادق و امین تھے کہ نہیں تھے؟ یہ تو کافر ابو جہل بھی جانتا تھا کی نبی رحمت ﷺ صادق اور امین تھے۔ تو کیا امانت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ چیز باعث اجر و ثواب ہے، جشن عید میلاد النبی اور ہمیں نہیں بتا کر گئے! کیا نعوذ باللہ ان کی اس امانت میں کوتاہی نہیں، تنقص نہیں ہے؟ اگر واقعی یہ کام جو ہے جشن عید میلاد النبی جو ہے، یہ باعثِ اجر و ثواب ہوتا، آپ یہ ضرور بیان کر کے جاتے اور ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ کی قسم نبی رحمت ﷺ اس دنیا سے اس وقت تک نہیں گئے جب تک کہ ہر

وہ چیز جس میں خیر ہو امت کو نہ بتا کر گئے ہوں۔ جب تک ہر وہ چیز جس میں شر ہو امت کو آگاہ نہ کر کے گئے ہوں۔ یہ تھی وہ امانت، یہ تھی وہ سچائی۔

نمبر تین: وہ شخص جسے وہ دین سمجھتا ہے جو دین نہیں ہے اصل میں، بغیر دلیل کے جو وہ عمل کر رہا ہے، اسی پر جھگڑتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہی دین ہے، اور اسی کے لئے دفاع کرتا ہے، جسے وہ دین سمجھتا ہے۔

نمبر چار: وہ دین کے چند حصے چھوڑ دیتا ہے، مثال کے طور پر زکوٰۃ نہیں دیتا، اکثر لوگ ہمارے انڈیا پاکستان میں زکوٰۃ کا پتہ ہی نہیں کیا ہے۔ وہ جشن عید میلاد النبی جانتے ہیں، رجب کے کونڈے جانتے ہیں، شبِ برأت جانتے ہیں، محرم کا ماتم جانتے ہیں، زکوٰۃ کا پوچھئے، پتہ ہی نہیں یار یہ زکوٰۃ کیا ہوتی ہے۔ عوام الناس کو پتہ ہی نہیں زکوٰۃ کیا ہے۔ پیسہ دیتے ہیں یا نہیں دیتے ہیں پتہ ہی نہیں ہے ان کو! وہ لوگ سمجھتے ہیں ہم خود مستحق ہیں، پیسہ بھی ہے۔ کچھ لوگوں کو یہ نہیں پتہ کہ زکوٰۃ کتنے مال میں دی جاتی ہے، کوئی پتہ نہیں۔ تو دین کے حصوں کو چھوڑ دیتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنا دین مکمل کر دیا۔ حقیقتاً اس کا دین ناقص ہے۔ زکوٰۃ اس پر واجب ہے وہ دے نہیں رہا۔ تو دلیل جاننا بہت ضروری ہے۔

اس میں چار چیزیں میں نے بیان کی۔ پھر سے اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر دلیل نہ ہو تو کیا کیا غلطیاں ہو سکتی ہیں:

(۱): وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا یہ سمجھ کر کہ یہ عبادت ہے اور زندگی ساری اسی میں گزار تا رہے گا۔ اس بدعت پر جو حقیقتاً عبادت نہیں، موت اس کی واقع ہو گی۔ اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

(۲): دین کے کچھ حصے چھوڑ دے گا یہ سمجھ کر کہ میرا دین کامل ہے، کیونکہ دلیل اس کے پاس ہے ہی نہیں۔ دلیل کا علم حاصل کرنا نہیں چاہتا وہ۔ تو وہ یہی سمجھے گا کہ میرا یہی دین ہے۔ تو دین کے کچھ اہم بنیادیں چھوٹ جائیں گی۔ وہ اسی پر زندگی گزار تا رہے گا۔

(۳): حق کے خلاف جنگ کرے گا، لڑے گا، یہ سمجھ کر کہ حق وہی ہے جو اس کے پاس ہے اور جو اصل حق ہے وہ باطل ہے۔ تو حق کے خلاف لڑتا رہے گا، جھگڑتا رہے گا جب تک اس کو موت نہیں آجاتی۔ اور

(۴): باطل کو حق سمجھ بیٹھے گا اور حق کو باطل اور اسی پر اس کی موت واقع ہو گی۔

تو یاد رکھیں دلیل کو جاننا بہت ضروری ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: نمبر دو ''العمل به'' یہ سب علم کی بات تھی اب تک جو تھی۔ تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: چار چیزیں ہر مسلمان پر فرض ہیں کہ وہ جان لے۔ مرد ہے یا عورت ہے، چھوٹا ہے بڑا ہے، امیر ہے غریب ہے۔ یہ چار چیزیں ہر مسلمان پر فرض ہیں جاننا:

- نمبر ا۔ علم حاصل کرنا۔ کس چیز کا علم؟ اللہ تعالیٰ کو جاننا، اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو جاننا، دینِ اسلام کو دلیل کے ساتھ جاننا۔
- نمبر ۲۔ عمل کرنا۔ جو علم حاصل کیا اس پر عمل تو کرو۔ اور عمل بہت ضروری اور عمل ہے علم کا ثمرہ۔ ایک شخص ہے وہ بیج بوتا ہے پانی بھی دیتا ہے، اور درخت بھی نکل آتا ہے اور fruits کو، جو اس کے fruits ہوتے ہیں وہ لیتا ہی نہیں ہے۔ وہ ادھر ہی گل سڑ جاتے ہیں۔ اس شخص کو کیا کہو گے آپ؟ پاگل ہے کہ نہیں؟ کیا عقل والا ایسا کرے گا؟ اتنی محنت کی ہے آپ نے، درخت کو اس لئے اگایا ہے کہ اس کے fruits سے فائدہ حاصل کروں۔ کھاؤ، فقراء میں تقسیم کرو یا بیچو، کچھ تو کرو۔ اب اوپر ہی گل سڑ جاتے ہیں۔ نیچے گر جاتے ہیں ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ نہ اسے کاٹتے ہو نہ کسی اور کو کاٹنے دیتے ہو۔ نہ خود اس کا فائدہ اٹھاتے ہو نہ کسی اور کو فائدہ حاصل کرنے دیتے ہو۔ تو علم کا اصل ثمرہ جو ہے وہ ہے عمل۔ اور علم بغیر عمل کے کچھ نہیں اور عمل بغیر علم کے کچھ نہیں! اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو سورۃ فاتحہ جو سب سے پہلی سورۃ ہے قرآن مجید کی، اس قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین گروہ بیان کئے ہیں سورۃ فاتحہ میں، دو باطل پر ایک حق پر: ''الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، إياك نعبد وإياك نستعين، إهدنا الصراط المستقيم'' اب تین گروہ آئیں گے ''صراط الذين أنعمت عليهم'' ہمیں سیدھا راستہ دکھا، سیدھے راستہ پر چلا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنی

نعمتیں نازل فرمائی۔ تو یہ سب سے پہلا گروہ ہے۔ ’’غیر المغضوب علیھم‘‘ دوسرا گروہ ،ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ ’’ولا الضالین‘‘ اوران لوگوں کا راستہ بھی نہیں جو گمراہ ہوئے۔تو یہاں پر تین گروہ ہیں:

- ✓ پہلا گروہ جو ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم بھی حاصل کیا اور عمل بھی کیا۔یہ ’’صراط الذین أنعمت علیھم‘‘۔
- ✗ دوسرا گروہ ’’غیر المغضوب علیھم‘‘،جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔یہ یہود ہیں۔علم تھا، عمل نہیں تھا!
- ✗ تیسرا گروہ نصاری ’’ولا الضالین‘‘، گمراہ، عمل تھا لیکن علم نہیں تھا!

توسب سے بہترین گروہ وہ ہے جو صراط مستقیم پر ہے، جو دونوں پر عمل کر گیا۔ علم بھی ہے اور عمل بھی ہے۔

- ➢ نمبر ۳۔ تیسرا ہے ’’الثالثة: الدعوة إلیه‘‘، تیسرا جو ہے، جو علم آپ نے حاصل کیا اور جس پر آپ نے عمل کیا اور عمل کرنے کے بعد اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ ’’الدعوة إلیه‘‘ اس علم کی طرف جو آپ نے حاصل کیا، جس پر عمل کیا، اس کی دعوت دو، لوگوں کو اس علم کی طرف بلاؤ۔ اور یہ ہے دعوت و تبلیغ یاد رکھیں دعوت و تبلیغ عبادت ہے، جیسے نماز، روزہ،

حج، زکوۃ، جہاد عبادت ہے۔ اور عبادت کی خاص بنیادیں ہیں، ارکان ہیں، شروط ہیں، واجبات ہیں۔ ان شروط اور واجبات کے اور ارکان کے بغیر عبادت عبادت نہیں رہتی یاد رکھیں۔ یا تو مکمل طور پر باطل ہو جاتی ہے، یا اس کی حقیقت میں کمی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر ارکان اور شروط نہیں تو باطل ہے، اگر ارکان شروط اور واجبات ہیں تو سنن جو ہیں اس کی وہ چھوٹ جاتی ہیں تو ناقص ہے۔ دعوت و تبلیغ یہ عبادت چونکہ عبادت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی بنیادیں بیان کی ہیں۔ اور جو شخص بھی دعوت کا کام کرنا چاہے تو پہلی دو بنیادیں ہونی چاہئیں۔ پہلے علم، پھر عمل، پھر دعوت۔ پہلے ہی دعوت شروع بغیر علم و عمل کے تو کیا دعوت ہوئی! یہ ناقص دعوت ہے۔ اسے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''قل هذه سبيلي أدعو إلى الله، على بصيرة أنا ومن اتبعني، وسبحان الله وما أنا من المشركين'' سورۃ یوسف کی آیت ۱۰۸ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبی رحمت ﷺ، ان کو کہہ دیجئے ''قل''، '' هذه سبيلي'' یہ میرا راستہ ہے، ''أدعو إلى الله'' اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، '' على بصيرة'' بصیرۃ کہتے ہیں یقینی علم جو آپ کو روشنی کی طرح ہر چیز واضح کر دے، ''على بصيرة''۔ ''أنا'' میں، ''ومن اتبعنى'' اور میرے متبعین، جو میری پیروی کریں گے، فرمانبرداری کریں گے۔ ان کا بھی یہی راستہ ہے، ایک ہی راستہ ہے ہمارا سارا۔ ''قل هذه سبيلي أدعو

إلى الله، على بصيرة أنا ومن اتبعني، وسبحان الله''اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ ''وما أنا من المشركين''اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یہاں پر نبی رحمت ﷺ کی دعوت کا راستہ کیا ہے؟ ابتداء کیسے کی؟ سب سے پہلے ''على بصيرة'' علم کے ساتھ، ''أدعو إلى الله'' بصیرت سے پہلے ''أدعو إلى الله'' یاد رکھیں، توحید آپ کے ذہن میں ہونا چاہئے، کہ سب سے پہلے توحید کی دعوت دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینی ہے، اپنی طرف نہیں، اپنے گروہ کی طرف نہیں، اپنی ذات کی طرف نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف، اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف۔ اور دین کی جو سب سے پہلی بنیاد ہے وہ توحید ہے۔ تو آپ کے دروس، آپ کی دعوت کی بنیاد بھی سب سے پہلے توحید ہونی چاہئے، ''أدعو إلى الله'' ۔توحید کی دعوت کیسے دیں؟ جب علم ہے تو کیسے؟ ''على بصيرة'' اور توحید کا علم حاصل کرو، صرف عام علم نہیں کہ اِدھر اُدھر تھوڑی سی سننے کے بعد، نہیں! ''على بصيرة'' جیسے دن میں سورج روشن ہوتا ہے، پوری زمین کو روشنی سے بھر دیتا ہے، ایک ایک جگہ پر سورج کی روشنی پہنچتی ہے، اسی طریقے سے عقیدے کا علم آپ کے لئے اس روشن دن کی طرح واضح ہو۔ توحید کا علم آپ کو آنا چاہئے، توحید کے مسائل آپ کو آنے چاہئیں ''على بصيرة''۔ ''أنا ومن اتبعني'' میں اور

میرے متبعین بھی اسی راستے پر چلتے ہیں۔ تو علم جو ہے سب سے پہلے حاصل کرو، پھر عمل بھی کرو، اس کی طرف دعوت بھی دو۔

- نمبر ۴۔ ''الرابعة:الصبر على الأذى فيه'' ،اور چوتھا ہے صبر کرنا۔ کیونکہ یہ جو توحید کا راستہ ہے یہ بہت کٹھن راستہ ہے۔ یہ آسان راستہ نہیں ہے۔ شیطان آپ کے سامنے آئے گا اور مختلف جگہوں پر، مختلف راستوں پر رکاوٹ بننے کی کوشش کرے گا۔ شیاطین الانس بھی اس شیطان جن کے ساتھ مل جائیں گے اور آپ کو روکنے کی کوشش کریں گے کہ آپ اس توحید کی دعوت کو نہ پھیلائیں۔ ان کی کوشش ہو گی کہ آپ اس کام سے رُک جائیں، چاہے وہ آپ کو ذہنی تکلیف پہنچائیں، نفسیاتی تکلیف پہنچائیں، جسمانی تکلیف پہنچائیں۔ وہ اپنا پورا حربہ کریں گے آپ کو روکنے کے لئے، لیکن آپ نے صبر ضرور کرنا ہے۔ اور صبر ہر چیز کی بنیاد ہے۔ علم کی بنیاد بھی صبر ہے، بغیر صبر کے آپ علم حاصل کر سکتے ہیں؟ ابھی آپ یہاں پر بیٹھے ہیں، میں بھی بیٹھا ہوں، بہت سارا کام چھوڑ کے آئے ہیں، گھر بھی چھوڑ کے آئے ہیں، تو صبر کیا ہے کہ نہیں کیا ہے؟ صبر ہے! تو علم بھی بغیر صبر کے حاصل نہیں کر سکتے۔ آج کل تو علم آسان ہو گیا ہے، پچھلے زمانے میں ایک حدیث کے لئے دو دو مہینے سفر کرتے تھے تین تین مہینے، ایک حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے۔ تو صبر ضروری ہے۔ عمل کے لئے صبر ضروری ہے کہ نہیں؟ اب آپ کو علم ہو

گیا کہ نماز فرض ہے،اب نماز کے لئے اٹھنا،شدید گرمی میں ظہر کی نماز پڑھنا، شدید گرمی میں! اب صبر کرنا ہی پڑے گا، پھر آپ جا سکیں گے، اگر صبر نہیں کر سکو گے تو جا نہیں سکو گے۔ بہت سارے لوگ جو نماز نہیں پڑتے آج، کیوں نماز نہیں پڑھتے ؟ کیونکہ صبر نہیں کرتے۔اور دعوت بھی دینی ہے تو بغیر صبر کے آپ دعوت دے ہی نہیں سکتے۔ رکاوٹیں ہیں، پریشانیاں ہیں تو صبر کرنا ہی پڑے گا۔اور یاد رکھیں صبر کی تین قسمیں ہیں۔اصل میں صبر کہتے ہیں اپنے نفس کو روکنا ، ''حبس النفس''، نفس کو روکنا۔اور صبر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ کے واجبات اور فرائض پر صبر کرنا۔

۲۔اللہ تعالیٰ کے محرمات سے دور ہو کر صبر کرنا۔

۳۔اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر، جو مصیبتیں ہوتی ہیں،ان پر صبر کرنا۔

تو ہم جو جانتے ہیں وہ ایک صبر کو جانتے ہیں، کہ تکلیف یا مصیبت ہے صبر کرو بس۔ میرے بھائی یہ صبر کا تیسرا حصہ ہے۔ دو حصے آپ جانتے نہیں ہیں، دو حصے اور بھی ہیں صبر کے۔ جس سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ نماز کے لئے اٹھتے ہو، فجر کی نماز کے لئے شدید سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے ہو، یہ صبر ہے۔ آپ کی نگاہ حرام پر نہیں ٹکتی، یہ آپ کے لئے صبر ہے۔ آپ کے کان حرام نہیں سنتے، یہ صبر ہے۔اور مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

کر کے یہ کہنا ''إنا لله وإنا إليه راجعون'' یہ صبر کا تیسرا حصہ ہے، یہ بھی صبر ہے۔ یہ سارا صبر نہیں لیکن یہ بھی صبر ہے۔ سارا صبر ان تین چیزوں سے پورا ہوتا ہے۔ مکمل اسے کہتے ہیں۔ اس لئے جو شخص نماز نہیں پڑھتے یا زکوۃ نہیں دیتے، یا صدقات و خیرات نہیں دیتے، یا والدین کی نافرمانی کرتے ہیں، وہ جتنے بھی صبر کرتے رہیں دنیا کے معاملوں میں یا مصیبتوں میں، ان کا صبر ناقص ہے۔ جو شخص محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں چاہے نمازی ہوں، چاہے اچھا کام کرتے ہوں، لیکن محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں، سگریٹ پیتے ہیں، حقہ پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، سودی کاروبار کرتے ہیں، ان لوگوں نے بھی صبر نہیں کیا۔ ان کا بھی صبر ناقص ہے۔ تو تین چیزیں ضرور ہونی چاہئیں۔ اور یاد رکھیں اگر صبر نہ ہوتا تو ہو سکتا ہے آج کوئی شخص زندہ بھی نہ ہوتا۔ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے کہ صبر کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور ہم آج صبر کرتے ہیں۔ اگر صبر نہ ہوتا تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ زندگی کیسی ہوتی؟

اس کی دلیل کیا ہے؟ کیونکہ شیخ صاحب نے جو بھی بیان کی ہے دلیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ کہ چار مسائل جو ابھی بیان کئے شیخ صاحب نے اور یہ کہا کہ یہ فرض ہیں ہر مسلمان پر، جاننا چاہئے، اس کی دلیل کیا ہے؟ شیخ صاحب شروع سے بھی یہی کہتے ہیں کہ دلیل ضروری ہے۔ اور شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے جتنے بھی رسالے موجود ہیں، جتنی بھی

کتابیں موجود ہیں، آپ ہر جملے کے بعد دلیل دیتے ہیں، قرآن مجید کی آیت، حدیث (صحیح حدیث)۔ جیسے آگے بیان ہو گا ان شاء اللہ۔ تو دلیل کیا ہے؟ فرماتے ہیں ''والدلیل قولہ تعالی'' ،اس کی دلیل یہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ''بسم الله الرحمن الرحيم: وَالْعَصْرِ (١) إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (٢) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (٣)'' یہ وہ چھوٹی سی، پیاری سی سورۃ ہے، جسے تقریباً ہم سب نماز میں پڑھتے ہیں۔ چھوٹی سی ہے اور ہم پڑھتے ہیں۔ کبھی اس پر غور کیا آج تک ہم نے اس سورۃ میں کیا ہے؟ کیا کبھی ہم نے غور کیا کہ اس سورۃ میں یہ لمبے پیغام ہیں جو مجھے ابھی ایک گھنٹہ گزر گیا بیان کرتے کرتے؟ کبھی سوچا ہم نے؟ چھوٹی سی سورت میں یہ پیغام موجود ہیں۔ میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں ایسے تین اور پروگرام صرف اس ایک سورۃ کے لئے لگادوں، اس کی شرح میں، اس کی تفسیر میں، اور مسائل کو بیان کرنے میں۔ لیکن بات یہ ہے کہ اشارہ دینا کافی ہے، جیسے سمجھدار کو اشارہ کافی ہے۔ آپ مزید دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنے پیارے پیغام رکھے ہیں، اتنے عظیم پیغام رکھیں ہیں کہ یقین جانئے آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ مختصراً بیان کرتا ہوں اس سورۃ کے بارے میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَالْعَصْرِ'' قسم ہے زمانے کی 'و' جو ہے یہ حرف القسم ہے۔ اگر کسی اسم سے پہلے آ جائے عربی زبان میں، یہ قسم ہوتی ہے۔ جیسے ''والفجر''، ''واللیل''، ''والنهار إذا تجلی''، تو 'و' کے بعد جتنے بھی اسم آتے ہیں عربی زبان میں، اور اسم کی پہچان ہے اگر لفظ کے ساتھ 'ال' لگ جائے۔ 'ال' لگ جائے کسی لفظ کے ساتھ وہ اسم ہوتا ہے۔

اس اسم سے پہلے اگر 'و' آجائے تو یہ قسم ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہے وہ اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کی بھی قسم کھائے، وہ خالق ہے، وہ مالک ہے۔ لیکن مخلوق کے لئے جائز نہیں کہ وہ غیر اللہ کی قسم کھائے۔ مخلوق نے قسم کھانی ہے، انسان نے قسم کھانی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی کھائے۔ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں: جس نے قسم کھانی ہے، تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش ہو جائے۔ دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس نے بھی غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا اس نے کہا ''و الكعبة'' اور کعبہ کی قسم، تو عبد اللہ بن عمرؓ نے ان کا رد کیا اور یہ فرمایا کہ تم یہ کہو ''ورب الكعبة'' یہ کہہ سکتے ہو لیکن کعبہ کی قسم نہیں کھا سکتے۔ کیوں؟ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے بھی غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ تو کسی بھی انسان کے لئے، مخلوق کے لئے جائز نہیں کہ وہ غیر اللہ کی قسم کھائے۔ نبی کی قسم، ولی کی قسم، فلاں فرشتے کی قسم، جبریل کی قسم، بیٹے کے سر کی قسم، بیوی کی قسم، فلاں کی قسم، یہ شرک ہے یہ جائز نہیں ہے یاد رکھیں۔ وجہ کیا ہے انسان اس چیز کی قسم کھاتا ہے جس کی عظمت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ یعنی جس کی آپ قسم کھا رہے ہو، نبی ہے یا ولی ہے یا فرشتہ ہے یا بچے کے سر کی قسم ہے، یعنی آپ کے دل میں اس کے لئے اتنی جگہ ہے جتنی اللہ تعالیٰ کی جگہ ہے، اس لئے اس کی قسم کھا رہے ہو۔ یا وہ شخص جس کے لئے تم قسم کھا رہے ہو وہ اس کے دل میں یا

ولی جو ہے اتنی حیثیت رکھتا ہے جتنی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یعنی ایک شخص نے اسے کہا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا۔ تو وہ سننے کو تیار ہی نہیں۔ آپ کہتے ہیں غوث کی قسم، کہتا ہے بس ٹھیک ہے میں نے مان لیا۔ اس شخص کا عقیدہ تو دیکھیں! یعنی اللہ کی قسم کافی نہیں تھی آپ کے لئے؟ جب اللہ کی قسم وہ شخص کھا رہا ہے تو کافی ہے، لیکن نہیں! جب غوث کی قسم کھائے تو بس بات ختم۔ اب سچا ہے یہ۔ اللہ کی قسم جھوٹی انسان کھا سکتا ہے غوث کی قسم جھوٹی نہیں کھا سکتا۔ کیوں؟ کہتا ہے اللہ تو معاف کر دیتا ہے، غفور رحیم ہے، لیکن غوث تو غفور رحیم نہیں ہے، غوث تو پکڑتا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون! بہر حال اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کیوں کھائی؟ زمانہ، اسی زمانے میں خیر بھی ہے شر بھی ہے، اچھائی بھی ہے برائی بھی ہے، ایمان بھی ہے کفر بھی ہے، توحید بھی ہے شرک بھی ہے، اس زمانے میں سب کچھ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی قسم کھائی جس میں خیر بھی ہے شر بھی ہے، سب کچھ ہے۔ اور یہ زمانہ تین قسم کا ہے:

- 'ماضی' جو گزر چکا،
- 'حال' جو ابھی موجود ہے، اور
- 'مستقبل' جو آنے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اس زمانے کی قسم کھا کر یہ بیان کرنا چاہتا ہے جو آگے میں بیان کر رہا ہوں مسائل وہ ہر زمانے میں اسی طریقے سے میرا معاملہ رہا ہے۔ ماضی میں بھی، جن لوگوں نے بھی ان چیزوں پر عمل نہیں کیا وہ ہلاک اور برباد ہو گئے۔ حال میں بھی جو ان چیزوں پر

عمل نہیں کریں گے وہ خسارے میں ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسارے میں رہیں گے۔اور مستقبل میں بھی جواس پر عمل نہیں کریں گے ان کا حال بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے والوں کا ہوگا۔ یہ زمانے کی قسم کھانے کی حکمت ہے۔واللہ اعلم ''وَالْعَصْرِ'' ۔''إِنَّ'' بیشک ''الْإِنسَانَ'' ، جنسِ انسان،سارے انسان، چھوٹا ہے بڑا ہے، مرد ہے عورت ہے، امیر ہے غریب ہے، حاکم ہے محکوم ہے، عبد ہے مملوک ہے، جتنے بھی انسان موجود ہیں جس کوانسان کہتے ہیں یعنی نہ جماد ہے، نہ درخت پودا ہے نہ حیوان نہ فرشتہ وغیرہ ہے، جو انسان ہے جسے انسان کہتے ہیں یہ اس کے لئے حکم ہے۔ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ، 'ل' تاکید کے لئے۔ 'فِي' ظرفیۃ کے لئے، جیسے اس گلاس میں پانی ہے، میں 'في'، یعنی گلاس میں پانی ہے۔ تو انسان خسارے سے گھرا ہوا ہے ہر جگہ سے۔اوپر سے بھی خسارہ نیچے سے بھی خسارہ، یعنی خسارے میں ڈوبا ہوا ہے۔ کون؟ ہر انسان! ''إِلَّا'' سوائے ان کے جن کی یہ صفات ہوں گی۔ ''إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا'' جو لوگ ایمان لائے۔ایمان کا مطلب ہے ہر اس چیز پر ایمان جس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان، اللہ تعالیٰ کے انبیاء پر ایمان، تقدیر پر ایمان۔ ارکانِ ایمان اسے کہتے ہیں۔ پھر ارکانِ اسلام، پھر ہر اس چیز کا علم جو ضرورت ہو، جس کا علم حاصل کرنا ضروری ہو، جس کے بغیر انسان کے دنیا اور آخرت کی کامیابی نہ مل سکے۔ تو وہ علم حاصل کرنا اور ایمان بغیر علم کے آنا ہی نہیں ہے، اور ایمان ہی اصل میں علم ہے، یاد رکھیں! اور علم ہی اصل میں ایمان ہے، تو پہلی بات ہوئی

''إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا'' اور ایمان بغیر علم کے ہو نہیں سکتا، اس کے لئے علم سب سے پہلی بات ہے۔ ''وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ''، اچھا، علم تو حاصل کر لیا ایمان کے مسائل سب سمجھ لئے ہم لوگوں نے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ کافی نہیں ہے خسارے سے بچنے کے لئے کہ صرف علم حاصل کرو اور کہو میں مومن ہوں، الحمد للہ کلمہ پڑھ لیا میں نے، نہیں! عمل کرنا ضروری ہے ۔ ''وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ''، ''عَمِلُوا''، ''الصَّالِحَاتِ''، ہر عمل صالح نہیں ہوتا، یاد رکھیں۔ عملِ صالح وہ ہوتا ہے جس کی دو شرطیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور نبی کریم ﷺ کی اتباع ہے۔ نماز پڑھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اگر فجر کی دو رکعت کے بجائے تین پڑھ لیں اور قبلہ کی طرف رخ کر کے اور بہترین طریقے سے پڑھیں اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھیں اخلاص کے ساتھ خشوع خضوع کے ساتھ، نماز ہو گی؟ نہیں ہو گی! اخلاص تو موجود ہے لیکن دوسری شرط نہیں ہے، نبی رحمت ﷺ کی اتباع کہ نماز فجر جو ہے دو رکعت ہے۔ اس کی دلیل صحیح بخاری میں حدیث 'مسيء صلاته'، ایک شخص آتا ہے، تین مرتبہ نماز پڑھتا ہے نبی کریم ﷺ کے سامنے، نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں جاؤ دوبارہ نماز پڑھو، جاؤ دوبارہ نماز پڑھو، جاؤ دوبارہ نماز پڑھو، تیسری مرتبہ کے بعد آتے ہیں اور کہتے ہیں ''وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ'' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ''لا أُحْسِنُ غَيْرَهُ'' میں اس سے اچھی طرح نماز پڑھ نہیں سکتا ہوں، ''فَعَلِّمْنِي'' مجھے تعلیم دیجیے، تو نبی رحمت ﷺ نے اس شخص کو نماز کی تعلیم دی۔ پھر

اس شخص نے نماز اسی طریقے سے ادا کی۔ تو اس شخص کی غلطی کیا تھی؟ اخلاص تو دل میں تھا، قبلہ رخ بھی تھا، وضو بھی کیا تھا، سب کچھ ٹھیک تھا لیکن طریقہ نبی رحمت ﷺ کا طریقہ نہیں تھا۔ تو عملِ صالح وہ ہوتا ہے جو اخلاص (اللہ تعالیٰ کے لئے)، کسی کے دکھاوے کے لئے نہیں یا کسی پیر کے لئے نہیں، کسی فقیر کے لئے نہیں، صدقہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے، کسی پیر کے دربار کے لئے نہیں، قربانی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے، کسی پیر کے دربار کے لئے نہیں، یہ اخلاص ہے۔ اور طریقہ بھی عبادت کا نبی رحمت ﷺ کا طریقہ ہونا چاہئے، ''وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ''۔ ''وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ'' ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی، حق کی نصیحت کی، حق کی وصیت کی اور یہ ہے دعوت و تبلیغ۔ جیسے میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ''وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ'' اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو، صبر کی طرف بلاؤ، کیونکہ صبر ہر چیز کی بنیاد ہے: علم، عمل اور دعوت و تبلیغ کی بنیاد ہے۔ تو صبر بھی ایک دوسرے کو تلقین ''تَوَاصَوْا''، دونوں کے درمیان میں ہوتی ہے، دعوت آپ اکیلے نہیں کر سکتے، یاد رکھیں۔ آپ کے ساتھ کسی اور کو بھی ہونا چاہئے اور مدعو بھی ہونا چاہئے۔ آپ کمرے میں اکیلے بیٹھے ہیں، دعوت کس کو دیں گے آپ؟ دے سکتے ہیں؟ اگر دو لوگ ہیں تو ایک دعوت دینے والا اور ایک دعوت لینے والا۔ اس لئے یہاں پر ''تَوَاصَوْا'' آپ دعوت بھی دیں اور دعوت بھی لیں، اور جو دعوت لے رہا ہے وہ بھی دعوت دے، لیکن پہلے کیا؟ علم پھر عمل۔ پھر تیسرے نمبر پر دعوت کا نمبر آتا ہے۔ اور کچھ گروہ آج موجود ہیں جو کہتے ہیں، نکلو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور علم الفضائل

حاصل کرو کافی ہے تمہارے لئے بس۔ نماز کیسے پڑھیں، روزہ کیسے رکھیں، زکوۃ کیسے دیں، حج کیسے کریں، توحید کے کیا مسائل ہیں، عقیدہ کسے کہتے ہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے، یہ علماء کا کام ہے وہ جانیں۔ آپ نے صرف نکلنا ہے، نماز کی فضیلت کیا ہے یہ جانو، توحید کی فضیلت کیا ہے یہ جانو، ذکر کی فضیلت کیا ہے یہ جانو، اکرام مسلم کیا ہوتا ہے یہ جانو، اخلاص کی فضیلت کیا ہے یہ جانو، بس یہ کافی ہے تمہارے لئے، لیکن مسائل کیا ہیں؟ یہ تمہارے لئے ضروری نہیں ہے، یہ علماء کا کام ہے۔ بالکل بے بنیاد بات ہے یہ! جب تک آپ کو مسائل کا علم آئے گا نہیں آپ عمل کیسے کریں گے؟ ایک شخص ہے وہ جانتا ہے نماز فرض ہے، اس کی فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ جنت دے گا اور بہت ساری احادیث فضیلت کی اسے یاد ہیں لیکن نماز پڑھتا نہیں ہے، فائدہ ہو گا اس کو؟ یا فضیلت کا علم تو ہے، اسے پتہ نہیں نماز کیسے پڑھی جائے، فائدہ ہو گا اس کو؟ کیا فائدہ ہو گا؟ تو فضیلت کا علم وہ شخص حاصل کرے جسے علم المسائل پہلے آتے ہوں! جو نماز پڑھتا ہو اچھے طریقے سے وہ تو سمجھے (گا) اچھی طرح نماز کے فضائل کیا ہیں۔ یہ جو شخص نماز پڑھتا ہی نہیں تو وہ فضائل کا علم حاصل کر کے کیا کرے گا؟ جب یہ پتہ ہی نہیں کہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے وہ فضیلت کا علم حاصل کر کے کیا کرے گا؟ ابھی میں نے صحابی کی حدیث بیان کی ہے۔ کیا فضیلت کا پتہ نہیں تھا فضیلت کیا ہوتی ہے؟ فضیلت کا علم تھا تو نماز کے لئے آئے۔ لیکن علم المسائل نہیں تھا، کہ نماز کیسے ادا کی جاتی ہے سنت کے طریقے سے۔ تو نبی رحمت ﷺ نے اس کو تعلیم دی۔ تو پہلے علم المسائل ہے، بعد میں علم الفضائل ہے۔ اور آخر میں صبر جو سب چیزوں کی بنیاد

ہے۔ تو صبر سے ہی کام لینا ہے اور یہاں پر شیخ صاحب نے دو چیزیں اور بیان کی ہیں: ''قال الشافعي رحمه الله'' امام شافعی نے فرمایا ''لو ما أنزل الله حجة على خلقه إلا هذه السورة لكفتهم''، امام شافعی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں، امام شافعی کون ہیں؟ ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی۔ ان کی وفات ۲۰۴ ھ میں ہوئی۔ ہم لوگ یہ کیوں کہتے ہیں وفات؟ جانتے ہیں؟ کہ فلاں شخص کی وفات کب ہوئی؟ یہ کیوں کہتا ہوں میں؟ یہ جاننا ضروری ہوتا ہے۔ محدثین کا یہ طریقہ رہا ہے ہمیشہ کہ جس محدث کی وفات کا پتا ہو وہ ہم جانتے ہیں کس زمانے میں تھا۔ کیا بہترین دور کے زمانے میں تھے یا بعد میں آنے والوں میں سے ہے؟ پھر اس شخص کے ساتھ اور کون کون سے عالم تھے اس زمانے میں؟ کون کون سے فتنے تھے اس زمانے میں؟ کیا واقعی اس شخص نے جب حدیث کی سند میں دیکھتے ہیں اس کی وفات ۲۰۴ ھ میں ہے اور یہ روایت کر رہے ہیں اس شخص سے جس کی وفات ۳۰ھ میں ہوئی یا ۵۰ھ میں ہوئی تو پھر ۱۵۰ سال کا فرق ہے، تو کیا اس نے ان سے یہ بات سنی ہے؟ نہیں سنی! تو اسے کہتے ہیں 'انقطاع' ۔ تو یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ فلاں محدث کب وفات پا چکے ہیں ۔ تو محمد بن ادریس الشافعی ۲۰۴ ھ میں وفات پائی، مشہور عالم ہیں، جن کا ایک مشہور مذہب بھی ہے (مذہب امام الشافعی)، تو یہ جو چار مذاہب ہیں اماموں نے ایجاد نہیں کئے یاد رکھیں۔ یہ بعد میں آنے والے شاگردوں نے ان مذاہب کا اہتمام کیا اور عوام الناس تک پہنچایا۔ ہر امام نے اپنے آپ کو اس چیز سے بچالیا، اور وہ بری ہیں۔ کسی امام نے یہ نہیں کہا کہ میری پیروی کرو، یا

کسی امام نے یہ نہیں کہا ''میری تقلید کرو''، یاد رکھیں۔ ہر امام نے یہ کہا کہ میری تقلید نہ کرنا۔ تقلید شخصی سے ہر امام نے منع فرمایا، تقلید شخصی سے۔ لیکن مختلف لوگ جاتے سوال کرتے، وہ عالم اس کا جو اپنا علم ہے قرآن اور احادیث اگر مل جاتا تو بیان کر دیتے، نہیں ملا تو صحابہ کرام کے اقوال کو دیکھتے، نہیں ملا تابعین کے اقوال کو دیکھتے، نہیں ملا اجتہاد کرتے، اپنے اجتہاد پر مسئلہ بیان کرتے اور یہ بھی ضرور کہتے ''إذا صح الحديث فهو مذهبي'' میرا تو یہ قول ہے، میرا یہ فتوی ہے، اگر تمہیں حدیث مل جائے میرے قول کے مخالف تو میرے قول کو نہ ماننا۔ امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول ہے ''اگر میرا قول حدیث سے ٹکرا جائے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارنا''۔ یہ انصاف ہے، وہ انصاف کر کے گئے ہیں۔ لیکن کیا آج مسلمان انصاف کر رہا ہے؟ حدیثوں کو نعوذ باللہ دیواروں پر مارا جا رہا ہے، اور امام کے قول پر عمل کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لو ما أنزل الله حجة'' اگر اللہ تعالیٰ حجت کے طور پر، ''على خلقه'' پوری خلقت، پوری کائنات پر حجت کے طور پر ''إلا هذه السورة لكفتهم'' اگر اللہ تعالیٰ پوری کائنات پر حجت کے طور پر صرف یہی سورۃ نازل کرتے، پورا قرآن نہیں، صرف یہ سورۃ، ایک سورۃ، سورۃ العصر نازل کرتے تو یہ ان کے لئے کافی تھا۔ کیوں؟ کیونکہ اس سورۃ میں ہر وہ چیز موجود ہے جو مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔ علم ہے، ایمان کے مسائل ہیں، توحید کے مسائل ہیں، عبادات و معاملات کے مسائل ہیں۔ علم ہے اس پر عمل کرنا، اس کی طرف دعوت دینا اور صبر کرنا۔ یہی تو پورا دین ہے کہ نہیں؟ پورا دین ہے

کیا؟ یہی تو ہے! کہ پورا دین اس چھوٹی سی سورۃ میں موجود ہے، اور بہت سارے مسلمان اس سے غافل ہیں۔ نسأل الله العافية! آگے فرماتے ہیں: ''وقال البخاري رحمه الله''۔ امام بخاری کا نام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، وہ تھے ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی۔ دونوں ابو عبداللہ ہیں، دونوں کا نام محمد ہے، والد صاحب کے نام میں فرق ہے۔ ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی، امام بخاری کا نام ہے ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، ان کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی یعنی امام شافعی کے ۵۲ سال بعد۔ اور ان کے بارے میں ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''كان جبل في الحفظ''، امام تھے ثقہ تھے، حافظ تھے۔ حافظہ کے لحاظ سے حافظہ کا پہاڑ تھے پہاڑ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ! وہ فرماتے ہیں: ''بابُ'' ایک باب باندھا ہے صحیح بخاری میں، ''العلمِ قبلَ القولِ والعملِ''، علم پہلے ہے، قول اور عمل سے۔ ''العلمِ قبلَ القولِ والعملِ'' یعنی کوئی آپ قول کہنا چاہتے ہیں یا کسی پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو پہلے علم حاصل کرو۔ تو علم پہلے ہے، پھر قول اور عمل ہے۔ ''والدليل قوله تعالى''، اس کی دلیل کیا ہے کہ علم پہلے ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ''، یہ جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں۔ ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ''، اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو اللہ تعالیٰ سے۔ ''فبدأ''، پس اس نے شروع کیا، ''بالعلم''، علم سے، ''قبل القول والعمل''، قول اور عمل سے پہلے۔ یعنی قول اور عمل سے پہلے علم کی بات کی۔ کیسے؟ ''فَاعْلَمْ''، یہ جان لو۔ ''أَنَّهُ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللهُ''، پہلے یہ جانو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پھر جا کے عمل کرو۔ ورنہ فائدہ کیا ہے؟ جس کو توحید کا علم نہیں، عبادت کس کے لئے کروں میں؟ پھر عبادت کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ پہلے علم حاصل کرو، اس کے بعد عبادت۔ ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ''، استغفار عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے استغفار کرنا توحید العبادۃ ہے۔ تو پہلے علم حاصل کرو پھر استغفار کرو۔

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب اليك